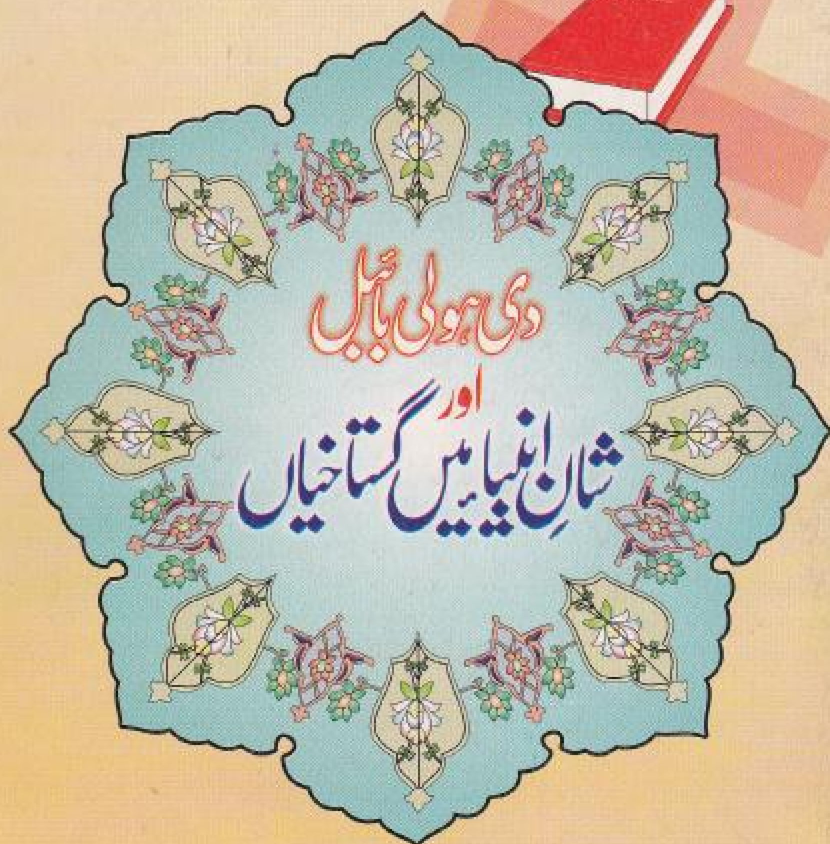


دی ہولی بائبل
اور
شانِ انبیاء میں گستاخیاں

امام المناظرین اشرف العلماء علامہ ابوالحسنات

محمد اشرف سیالوی زید مجدہم

اہل السنۃ پبلی کیشنز دینہ ضلع جہلم

نام کتاب: دی ہولی بائبل اور شان انبیاء میں گستاخیاں

مصنف: علامہ محمد اشرف سیالوی

شیخ الحدیث دار العلوم سیال شریف

سال اشاعت: مئی 2001ء

تعداد: ایک ہزار

ناشر: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

قیمت: -/21 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

فیکس:۔ 042-7238010

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی۔

فون:۔ 021-2210212-2212011-2630411

e-mail:- zquran@brain.net.pk

Website:- www.ziaulquran.com

Green Dome International Ltd.

148-164 Gregory Boulevard, Nottingham. NG7 5JE U.K.

Tel:- 0115-911 7222 Fax:- 0115-911 7220

فہرست

پیش لفظ

انبیاء ورسل علیہم السلام وہ مقدس ہستیاں ہوتی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنی نیابت وخلافت کے لئے منتخب فرمالیتا ہے اور ان کو لوگوں کی رشد وہدایت اور تہذیب وتربیت کا فریضہ سونپتا ہے اور ان سے تعمیر انسانیت کا کام لیتا ہے وہ لوگوں کو پاکیزہ نظریات واعمال اور بلند اخلاق اور کامل صفات کے ساتھ بہرہ ور کرتے ہیں اور انہیں اپنے خالق حقیقی سے ملاتے ہیں" قال اللہ تعالیٰ
"إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ"
"بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم و نوح اور آل ابراہیم کو سب جہان والوں پر انتخاب کر کے فضیلت دی۔

ان کے اس منصب کا تقاضا یہ ہے کہ وہ خود بلند کرداری، عالی ہمتی اور حسن اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہوں اور خدا تعالیٰ کے دین اور شریعت کا چلتا پھرتا نمونہ، تاکہ ان کی پیروی میں سب کو نجات کی ضمانت ہوجائے اور دنیا و آخرت میں سرخروئی کی سند اور یہی اسلام اور قرآن کا اعلان ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" اور "إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ الیٰ غیر ذلک من الآیات۔

... لیکن ..... اس کے برعکس بائیبل کو دیکھیں تو ہر عیب ونقص اور کمزوری وکوتاہی سے انبیاء کا دامن آلودہ نظر آتا ہے اور اعتقاد وعمل دونوں میں ان کو ایک عام

انسان اور بشر کی مانند دکھایا گیا جس کو اپنے خالق و مالک کی رضا کی بجائے اپنے نفس کو خوش رکھنا زیادہ محبوب اور پسندیدہ نظر آتا ہے۔ ہم نے ایسی چند عبارات ذکر کر کے اسلام و قرآن اور عہد قدیم و جدید پر مشتمل بائیبل کے درمیان موازنہ پیش کیا ہے اور ناظرین کو دعوتِ فکر دی ہے تاکہ وُہ خود فیصلہ فرمائیں کہ کونسا مذہب حق ہے اور کس مذہب کی کتاب عظمتِ انبیاء کی امین ہے اور کون سا مذہب باطل ہے اور اس کی کتاب عصمتِ انبیاء کے قلعہ میں نقب زنی کی مرتکب۔ اور عوام اہلِ اسلام عیسائیت کی اس چیرہ دستی اور ظلم و زیادتی کو دیکھ کر اسلام کے تقدس کا دل و جان سے اعتراف کریں اور پادریوں کی مغالطہ آفرینیوں کا شکار ہونے سے محفوظ رہیں بلکہ انہیں بتلا سکیں کہ جس مسیح علیہ السلام کو ماننے کا تم دعویٰ کرتے ہو وُہ تمہاری کتاب کی رُو سے کامل مومن بھی ثابت نہیں ہوتا بلکہ نعوذ باللہ لعنت کا مستحق ہوتا ہے اور خدا کی تائید و نصرت سے محروم اور ماں کا بے ادب و گستاخ۔ لہٰذا ہم اسلامی تعلیمات چھوڑ کر ایسی خرافات پر مشتمل کتاب اور ایسے گندے مذہب کی طرف کیونکر مائل ہو سکتے ہیں۔ یہی ہے وُہ اہم مقصد جس کی خاطر یہ چند سطور ہدیۂ ناظرین کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ اپنے حبیبِ مکرم نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ ان کو اہلِ اسلام کی استقامت اور عیسائیوں کی اور اہلِ کتاب کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین!

ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

آدم علیہ السّلام پر بہتان اور انکی گستاخی کا ارتکاب

(۱) ۔ اور آدم اور ان کی بیوی ننگے تھے اور شرماتے نہ تھے۔ (پیدائش باب ۲-۲۵)

(۲) ۔ اور آدم سے اس (خداوند) نے کہا چونکہ تو نے اپنی بیوی کی بات مانی اور اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا اس لیے زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ (پیدائش باب ۳-۱۷)

سب سے پہلے یہ امر قابلِ غور ہے کہ واقعی حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام اپنے آپ کو ننگے دیکھتے سمجھتے تھے اور ان کی اس حالت میں پھرتے شرم محسوس نہیں ہوتی تھی؟ حالانکہ خود کتابِ مقدس کی رُو سے یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ الزام اور بہتان باب ۲ میں ہے اور باب ۳ میں درخت کا پھل کھانے کے اثرات بیان کرتے ہوئے آیت ۷ میں یُوں کہا گیا ہے "تب دونوں کی آنکھیں کھُل گئیں اور ان کو معلوم ہُوا کہ وُہ ننگے ہیں اور انہوں نے انجیر کے پتوں کو سی کر اپنے لیئے لنگیاں بنائیں" اور آیت ۲۱ میں اس طرح کہا "اور خداوند خدا نے آدم اور اس کی بیوی کے واسطے چمڑے کے کُرتے بنا کر ان کو پہنائے" ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ ان دونوں کو اپنی برہنگی کا احساس تھا اور نہ شرمگاہوں کا اور جونہی اس کا احساس و شعور ہوا تو فوراً اپنے لیئے لباس بنایا خواہ انجیر کے پتوں سے تیار ہو سکا۔

اسلامی نقطہ نظر: لیکن کتابِ مقدس کے اس بیان کے برعکس اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ وُہ دونوں مقدس ہستیاں جنتی لباس میں ملبوس تھیں اور جب درخت کا پھل کھایا تو وُہ لباس اُتار لیا گیا تب برہنگی کی وجہ سے ان کو شرم محسوس ہوئی اور انہوں نے درخت کے پتے سی کر اپنے لیئے لباس بنایا۔ سورۂ

اعراف میں تین مقام پر اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ قال تعالیٰ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا۔ شیطان وسوسہ کے ذریعہ دانہ کھلا کر ان کے لباس اتروانا تھا تاکہ ان کو ان کی شرمگاہیں دکھلائے" قال تعالیٰ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا شیطان نے ان کو ازراہِ فریب دہی اس درخت کی راہنمائی کی تو جب اُنہوں نے اس درخت سے پھل چکھا تو ان کی شرمگاہیں ظاہر ہوئیں۔ قال تعالیٰ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا۔ الغرض ان آیات سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ پہلے وُہ لباس میں ملبوس تھے مگر درخت کا پھل کھانے کے بعد وُہ لباس اُتار لیا گیا اور جُونہی انہوں نے اپنی برہنگی محسوس کی تو شرم وحیا کے تقاضوں کو پُورا کرتے ہوئے پتوں کا لباس بنا کر اپنے مخصوص بدنی حصّوں اور واجب الستر اعضاء کے ستر کی فوری تدبیر کی کما قال تعالیٰ: طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ۔ لہٰذا یہ الزام کہ وُہ ننگے تھے اور شرماتے نہ تھے سراسر حقیقت کے خلاف ہے اور پیغمبر کی جبلی فطرت اور سرشت کے بھی خلاف ہے۔ جس کو خُدا نے لوگوں کے لیئے شرم وحیا کا درس دینے کے لیئے مبعوث فرمایا ہو وُہ کیونکر اس عظیم وصف سے عاری و محروم ہوسکتا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ کھُلی گُستاخی ہے اور لوگوں کی نظروں میں ان کو بے وقار کرنے کی ناپاک کوشش تو بالکل بجا ہوگا۔

اَمرِ ثانی: پر غور کرو تو ہر ادنیٰ سمجھ والا شخص یہ محسوس کریگا کہ جس کے سبب سے زمین لعنتی ہو جائے وُہ خود العیاذ باللہ لعنتی نہیں ہوگا؟ لازمی بات ہے کہ زمین کا اپنا تو کوئی قصوُر نہیں تھا صرف آدم علیہ السّلام کے قدم پڑنے اس کا یہ حشر ہوا تو جس کے قدم لگنے سے زمین لعنتی ٹھہری اُس کی اپنی ذات میں کس قدر عیوب ونقائص موجود ہوں گے اور وُہ کس قدر لعنت اور بارگاہ خداوند سے دُوری کا مستحق ومستوجب ہوگا

حالانکہ ان کو پیدا تو زمین کی آبادی کے لیئے کیا گیا تھا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی نیابت کے طور پر نفاذ احکام کے لیئے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً " اور جو اللہ تعالےٰ کا قائم مقام ہو۔ وہ زمین کے لئے موجب لعنت کیسے ہوسکتا ہے؟

اسلامی نقطہ نظر: اسلام وقرآن نے ان کے متعلق جو طریقہ اختیار فرمایا وہ انتہائی متوازن اور ان کے شایانِ شان ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا " وُہ بھُول گئے اور ہم نے ان کے اندر اس حُکم کی خلاف ورزی کا عزم اور پختہ ارادہ نہیں پایا تھا اور جو اجتہادی خطا سرزد ہوئی اس کے اثرات وثمرات بطور سببیت ومسببیت جو بھی مرتب ہوئے جس طرح دوا پینے پر عادۃً مرتب ہوتے ہیں لیکن اس کا تدارک بھی کر دیا گیا۔ قال تعالیٰ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ آدم علیہ السّلام نے اپنے ربّ تعالیٰ سے چند کلمات سیکھے اور ان کے ساتھ بارگاہ خداوند تعالیٰ میں توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرلی بے شک وُہ توبہ قبول کرنیوالا اور رحم کرنے والا ہے۔

حضرت سارہ علیہا السلام کیطرف جھوٹ کی نسبت

(۱)۔ پھر خداوند نے ابراھام سے کہا کہ سارہ کیوں یہ کہہ کر ہنسی کیا میرے جو ایسی بڑھیا ہوگئی ہوں واقعی بیٹا ہوگا۔ کیا خداوند کے نزدیک کوئی بات مشکل ہے۔ موسم بہار میں معین وقت پر میں تیرے پاس پھر آؤں گا اور سارہ کے بیٹا ہوگا۔ تب سارہ انکار کر گئی کہ میں نہیں ہنسی کیونکہ وہ ڈرتی تھی پر اس نے کہا تو ضرور ہنسی تھی۔

(پیدائش باب ۱۸۔ ۱۳ تا ۱۵)

اس عبارت پر ذرا غور فرمادیں کہ حضرت سارہ باوجود ہنسنے کے مُکر گئیں اور انکار کر دیا جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے ہنسنے کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی تھی تو گویا انہوں نے صرف یہ نہیں کہ خود جھوٹ بولا بلکہ اللہ تعالیٰ کی خبر کو جھوٹ قرار دیا

اور باایں ہمہ اللہ تعالیٰ کے خلیل نے ان کے ساتھ کوئی تادیبی کاروائی نہ فرمائی جس سے ان کا بھی بیوی کی رعایت میں حق خداوند تعالیٰ کو نظر انداز کرنا لازم آتا ہے۔ حالانکہ یہ امر منصب خلت کے سراسر خلاف ہے خلیل خدا تو صرف وہی ہوسکتا ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی محبت کا غلبہ و تسلط نہ ہو۔

علاوہ ازیں یہ جو علت اور وجہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ڈرتی تھی یہ بھی محل نظر ہے کیونکہ انکار اور مُکر جانا وہاں کام دے سکتا ہے جہاں مخاطب اور متعلقہ اشخاص کو حقیقت حال کا علم نہ ہو خلیل خدا کے متعلق یہ سوچ کہ ان کو حقیقت کا کیا علم؛ حضرت سارہ جیسی شخصیت سے بہت بعید ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ تخیل بھی ناقابلِ تصور ہے۔ علاوہ ازیں خدا تعالیٰ سے ڈر اور خوف کا تقاضا مُکر جانا تو نہیں ہوسکتا بلکہ عفو اور درگذر کا مطالبہ کرنا اس کا تقاضا ہے۔ لہٰذا اس عبارت میں حضرت سارہ کے عقیدہ کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ ان

کی عظمت شان کے سراسر خلاف ہے بلکہ ان پر بہتان ہے اور ان کے خاوند اور اولاد پر بھی الزام ہے بلکہ بہتان ہے۔

قرآن مجید نے ان کا ہنسنا بھی بیان کیا اور اس کا سبب بھی اور فرشتوں کا ان کی تسلی کرنا بھی جس سے ان کا' ان کے خاوند اور اولاد کی اولاد کا مرتبہ و مقام پوری طرح محفوظ ہوجاتا ہے" قال تعالیٰ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (سورۃ ھود) اور ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کھڑی تھی پس ہنسی تو ہم نے اس کو اسحٰق کی بشارت دی اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی اس نے کہا اے ہلاکت میری کیا میں بچے کو جنم دوں گی حالانکہ میں بالکل بوڑھی ہوں اور میرا یہ خاوند بھی عمر رسیدہ ہے بیشک یہ بات عجیب ہے۔ فرشتوں نے کہا کیا تو اللہ تعالیٰ کے امر سے تعجب کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکات تم پر ہیں۔ اے اہل بیت بیشک وہ ہمیشہ کے لیٹے قابلِ ستائش ہے اور بزرگی والا"

کلام مجید کے ان کلمات کو غور سے پڑھیں تو کس قدر حضرت سارہ کا دامن کذب اور غلط بیانی سے پاک نظر آتا ہے اور خاندانِ نبوت کی کس قدر عظمت و مرتبت کا اظہار اس سے

لہٰذا بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ صرف اسلام اور قرآن نے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی انبیاء و رسل علیہم السلام کی عزت و حرمت اور عظمت و رفعت کا تحفظ کیا ہے اور دیگر مذاہب اور ان کی کتب نے الزام تراشی اور افتراء پردازی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور ان مقدس ہستیوں کو بدنام کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

حضرت خلیل اللہ کی شان میں گستاخی

"اور اُس مُلک میں کال پڑا اور ابرام مصر کو گیا کہ وہاں ٹکا رہے کیونکہ ملک میں سخت کال تھا اور ایسا ہُوا کہ جب وہ مصر میں داخل ہونے کو تھا تو اس نے اپنی بیوی ساری سے کہا کہ دیکھ میں جانتا ہوں کہ تو دیکھنے میں خوبصورت عورت ہے اور یُوں ہوگا کہ مصری تجھے دیکھ کر کہیں گے کہ یہ اُس کی بیوی ہے۔ سو وُہ مجھے تو مار ڈالیں گے مگر تجھے زندہ رکھ لیں گے، سو تو یہ کہہ دینا کہ میں اس کی بہن ہوں تاکہ تیرے سبب سے میری خیر ہو اور میری جان تیری بدولت بچی رہی ہے اور یُوں ہُوا کہ جب ابرام مصر میں آیا تو مصریوں نے اس عورت کو دیکھا کہ وُہ نہایت خوبصورت ہے اور فرعون کے اُمرا نے اُسے دیکھ کر فرعون کے حضور میں اس کی تعریف کی اور وُہ عورت فرعون کے گھر میں پہنچائی گئی اور اُس نے اس کی خاطر ابرام پر احسان کیا اور بھیڑ بکریاں اور گائے بیل اور گدھے اور غلام اور لونڈیاں اور گدھیاں اور اُونٹ اس کے پاس ہو گئے پر خداوند نے فرعون اور اسکے خاندان پر ابرام کی بیوی ساری کے سبب سے بڑی بڑی بلائیں نازل کیں۔ تب فرعون نے ابرام کو بلا کر اُس سے کہا کہ تُو نے مجھ سے یہ کیا کیا؟ تو نے مجھے کیوں نہ بتایا کہ یہ تیری بیوی ہے؟ تُو نے یہ کیوں کہا؟ کہ وہ میری بہن ہے؟ اسی لئے میں نے اُسے لیا کہ وُہ میری بیوی بنے سو دیکھ تیری بیوی حاضر ہے اس کو لے اور چلا جا اور فرعون نے اسکے حق میں اپنے آدمیوں کو ہدایت کی اور انہوں نے اُسے اور اس کی بیوی کو اس کے سب مال کے ساتھ روانہ کر دیا" (پیدائش باب ۱۲-۱۰ تا ۲۰)

(۱) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا اپنی بیوی سارہ کو فرعون مصر کے پاس بھیج دینا اور اس کے عوض بھیڑ بکریاں، گائے بیل اور گدھے اور گدھیاں، اُونٹ غلام اور

لونڈیاں وصول کرنا کس عقل سلیم والے کے نزدیک قابل قبول ہو سکتا ہے؟ ایک عام غیرت مند انسان سے بھی اس اقدام کی توقع نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ ایک معمارِ انسانیت اور ابو الانبیاء اور امام الناس کی طرف ایسے گھناؤنے فعل کی نسبت کی جائے۔ ظالم کے خلاف بوجہ مجبوری اگر جنگ وجدال اور حرب وقتال کا امکان نہ بھی ہو تو کم از کم اس سے دلی نفرت وکدورت اور قلبی غیظ وغضب ایسے عطیے اور ہدیے قبول کرنے کی اجازت تو نہیں دے سکتے۔

(۲)۔ اس عبارت میں اس امر کی کہیں کوئی دلیل نہیں ملتی کہ حضرت سارہ اس ظالم کی ہوسِ نفس کا نشانہ بننے سے محفوظ رہیں یا نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی عزت کو محفوظ فرمایا یا نہیں؟ اور ہزاروں انبیاء بنی اسرائیل کی والدہ ماجدہ عصمت دری کے اس عظیم ابتلاء میں کس قدر سُرخروئی کے ساتھ واپس آئیں لہٰذا یہ صرف حضرت ابراہیم کی ذات اور حضرت سارہ کی شخصیت کو داغدار کرنے کی ناپاک کوشش ہی نہیں بلکہ ہزاروں انبیاء بنی اسرائیل حتیٰ کہ مسیح علیہ السلام پر بھی الزام واعتراض ہے اور ایسی مظلومیت کی حالت میں بھی اللہ تعالےٰ اپنے مقدس لوگوں کی امداد واعانت نہ فرمائے اور ان کی حفاظت وصیانت سے دریغ کرے تو اللہ کے ساتھ ان کا تعلق ہی محلِ نظر ہو کر رہ جاتا ہے۔

(۳)۔ فرعون کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کئے گئے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وُہ فرما دیتے یہ میری بیوی ہے تو فرعون کبھی یہ حرکت نہ کرتا لیکن ان کے سارہ کو بہن کہنے کی وجہ سے حضرت سارہ اس مصیبت سے دوچار ہو گئیں، جس کا لازمی نتیجہ اور ثمرہ یہ سامنے آتا ہے کہ حضرت خلیل اللہ کی سوچ نعوذ باللہ غلط تھی اور ان کی تدبیر اُلٹی نکلی بلکہ خود حضرت سارہ کو اس مصیبت میں پھنسانے کا سبب وُہی بنتے ہیں جو کوئی بھی ابراہیم علیہ السلام کا معتقد ومعترف اور ان کے منصب ومرتبہ کا قائل قطعاً تسلیم نہیں کرتا۔

(۴)۔ اس عبارت میں اس امر کی نشاندہی بھی موجود نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا

حضرت سارہ کو بہن کہنا خلاف واقعہ ہے اور غلط بیانی ہے اور ایک جلیل القدر پیغمبر جھوٹ کیونکر بول سکتا ہے اور آگے جھوٹ بولنے کی تلقین کیونکر کر سکتا ہے لہٰذا یہ عبارت بھی اُن کی عظمت کو داغدار کرتی ہے لیکن اس کے برعکس اسلامی نقطۂ نظر ملاحظہ فرمادیں۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السّلام نے جب کہا کہ تو اس ظالم حاکم سے کہنا کہ میں ابراہیم کی بہن ہوں تو ساتھ ہی وضاحت کر دی کہ تیری مُراد اسلامی اخوت ہونی چاہیئے نہ کہ نسبی۔ "فَاِنَّکِ اُخْتِیْ فِی الْاِسْلَامِ لَیْسَ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ مُؤْمِنٌ غَیْرِیْ وَغَیْرُکِ" کیونکہ اسلام کی وجہ سے میری بہن ہے اور اس علاقے میں میرے اور آپ کے علاوہ کوئی شخص مسلمان نہیں ہے۔ لہٰذا جب یہ وضاحت کر دی گئی تو نہ ابراہیم علیہ السّلام جھوٹ کے مرتکب ہُوئے اور نہ جھوٹ بولنے کی ترغیب و تلقین کے، کیونکہ جس نیّت اور ارادہ کے تحت آپ نے حضرت سارہ کو اور انہوں نے اپنے آپ کو خلیل الرحمٰن کی بہن وُہ بالکل واقعہ کے مطابق ہے۔ زیادہ سے زیادہ اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ جابر کو غلط فہمی میں ڈالا گیا تو تعریضات اور توریہ کے تحت ایسا کلام کرنا بالکل درست ہے اور متکلم اس امر کا ضامن نہیں ہوتا کہ مخاطب غلط فہمی کا شکار نہ ہو، علاوہ ازیں اسلامی نقطۂ نظر سے اُن جابر و سرکش نے ایسا کوئی کلام نہیں کیا جس سے آپ کی اس تدبیر کا غلط ہونا لازم آئے اور اُلٹا حضرت سارہ کو اس امتحان میں پھنسانا۔ نیز اس واقعہ سے حضرت خلیل اور حضرت سارہ کی عظمت شان اور ان کا عنداللہ قرب اور مرتبہ ظاہر ہوتا ہے جیسے کہ رسُول معظم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اس پریشان کُن واقعہ کے رُونما ہوتے ہی آپ نے حضرت سارہ کو رُخصت کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور سرِ نیاز کو جُھکایا اور طالب امداد و نصرت ہوتے ادھر اس جابر نے جب حضرت سارہ کی طرف ناپاک ارادہ سے ہاتھ بڑھایا تو فوراً اس کا ہاتھ شل ہو گیا اور اس پر غشی طاری ہو گئی اور وُہ ایڑیاں زمین پر رگڑنے لگا، جب ذرا افاقہ ہُوا تو آپ سے عرض کیا "ادعی اللہ لی ولا اضرک فدعت اللہ فاطلق الحدیث" اللہ تعالیٰ

سے دُعا کریں کہ مَیں اس تکلیف سے چھٹکارا پاؤں اور مَیں آپ کو ضرر نہیں پہنچاؤں گا چنانچہ آپ نے دُعا فرمائی تو وُہ فوراً تندرست ہو گیا لیکن دوبارہ بد باطنی کا مظاہرہ کیا تو پھر قدرتِ خداوند کا حسب سابق ظہور ہُوا اور وُہ مفلوج ہو کر زمین پر گر گیا۔ آپ سے دُعا کرائی اور سابقہ عہد کو دہرایا تو شفایاب ہو گیا۔ جب اس عہد کو توڑتے ہُوئے پھر اسی خبث باطن کا اظہار کرتے ہُوئے ہاتھ بڑھایا تو ہاتھ پھر شل ہو گیا اور اس پر وہی کیفیت طاری ہو گئی بالآخر اس نے پختہ توبہ کی اور حضرت سارہ کو عزّت و احترام کے ساتھ رُخصت کیا اور حضرت ہاجرہ بطور خادمہ پیش کیں۔ جب آپ حضرت خلیل الرحمٰن کے پاس پہنچیں تو وُہ اسی طرح بارگاہ خداوند تعالیٰ میں عجز و نیاز کا مجسّمہ بنے نماز ادا کر رہے تھے۔ ان کے پہنچنے پر اشارہ سے دریافت کیا مہیم؟ کیا حال ہے اور خیر تو گزری؟ آپ نے جواباً عرض کیا "رد اللہ کید الکافر فی نحرہ واخدم ھاجر"۔ اللہ تعالیٰ نے کافر کا مکر اسی کے سینہ میں لوٹایا اور اسے ناکام کیا اور مجھے ہاجرہ بطور خدمت گزار کے دی ہے (متفق علیہ مشکوٰۃ باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء علیہم السّلام)۔ نیز یہاں سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ یہ عطیہ اور ھدیہ اس وقت دیا گیا جب ان کا خدا کی پناہ اور حفاظت میں ہونا اور مقبول الدعا اور مستجاب الدّعوات ہونا اس پر واضح ہو گیا۔ اس وقت اس کا قبول کر لینا عصمت کا بدل نہیں جیسے یہود و نصاریٰ کی کتاب مقدس نے حضرت خلیل پر یہ گھناؤنا الزام عائد کیا بلکہ اس جابر کی طرف سے ہدیہ نیاز ہے اور اسے آفت فالج اور غشی سے بچانے کا ھدیۂ تشکر جس سے ان مقدسانِ بارگاہ خداوند کا شان رفیع اور مقام و مرتبہ بلند سے بلند ترین نظر آتا ہے نہ کہ العیاذ باللہ ایک بے حمیّت اور بے غیرت انسان کا سا کاروبار اور مکروہ دھندا۔

کیا ایسی کتاب خداوند تعالیٰ کی کتاب ہو سکتی ہے؟ اور اس کا جمع کرنیوالا انبیاء علیہم السّلام کا عقیدتمند اور نیاز کیش کہلا سکتا ہے۔ قطعاً نہیں۔ بلکہ وُہ بدترین دشمنی اور گستاخی کا مرتکب ہی کہلائے گا۔

حضرت لُوط علیہ السلام کی شان میں گستاخی

اور یُوں ہوا کہ جب خدا نے اس ترائی کے شہروں کو نیست کیا تو خدا نے ابراہام کو یاد کیا اور ان شہروں کو جہاں لُوط رہتا تھا غارت کرتے وقت لُوط کو اس بلا سے بچا لیا اور لُوط ضغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اور اُس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں کیونکہ ضغر میں بستے ڈر لگا اور وُہ اور اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے۔ تب پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڈھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دُنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے' آؤ ہم اپنے آپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں' سو انہوں نے اسی رات اپنے باپ کو مے پلائی اور پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وُہ کب لیٹی اور کب اُٹھ گئی اور دُوسرے روز یُوں ہُوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی' آؤ آج رات بھی اس کو مے پلائیں اور تو بھی جا کر اُس سے ہم آغوش ہو تاکہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو اُس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی گئی اور اُس سے ہم آغوش ہوئی۔ پر اس نے نہ جانا کہ وُہ کب لیٹی اور کب اُٹھ گئی۔ سو لُوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں اور بڑی کے ایک بیٹا ہُوا اور اُس نے اُس کا نام موآب رکھا وہی موآبیوں کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں اور چھوٹی کے بھی ایک بیٹا ہوا اور اُس نے اس کا نام بن عمی رکھا وہی بنی عمون کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں۔

پیدائش باب ۱۹-۲۹ تا ۳۸

اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور اس کتاب کے مصنف کی خاندان نبوّت کے ساتھ بیباکی اور گستاخی کا اندازہ لگائیں کہ بیٹیاں صرف باپ کی نسل برقرار رکھنے کے لیئے اپنے باپ کیساتھ ایسے قبیح فعل کی مرتکب ہوں اور باپ بھی ان کے ہاتھ سے مے نوشی کر کے اپنی عقل و خرد گم کر بیٹھے اور ایسے جرائم کا ارتکاب کرتا رہے کیا آغوش نبوّت میں پلنے والی بیٹیاں ایسی ہو سکتی ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا عظیم مظاہرہ دیکھنے کے بعد بھی ان کو عبرت حاصل نہ ہو سکی تو پھر ان کو اللہ تعالیٰ نے بچایا ہی کیوں تھا؟ دُوسری قوم لُوط کے ساتھ غرق ہی کیوں نہ کر دیا۔

پھر اسی زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام موجود تھے ان کے مسلمان امتی اور خدام موجود تھے بلکہ حضرت اسماعیل علیہ السّلام بھی نو دس سال کے ہو چکے تھے ایسی صُورت میں یہ جائز اور حلال طریقہ کیوں نہ اختیار کر لیا گیا یا باپ کی دوسری جگہ شادی کا اہتمام کیوں نہ کر دیا' اپنے ساتھ برائی کرا کر ناپاک نسل جاری کرنا کونسی عقلمندی تھی۔ استثناء باب ۲۳-۲-۳ ملاحظہ کرتے چلیں "کوئی حرام زادہ خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہو' دسویں پشت تک اس کی نسل میں کوئی خداوند کی جماعت میں آنے نہ پائے' کوئی عمونی یا موآبی خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہو۔ دسویں پشت تک ان کی نسل میں کوئی خداوند کی جماعت میں کبھی آنے نہ پائے۔

اور اسی طرح نحمیاہ باب ۱۳-۱، ۲ بھی ملاحظہ فرمادیں اور خود فیصلہ کریں کہ حضرت لُوط علیہ السّلام کی بیٹیوں نے حضرت لُوط کے ساتھ اور ان سے جاری ہونے والی نسل کے ساتھ کون سی بھلائی کی ہے۔ علاوہ ازیں ہم یہ دریافت کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ بلا نوش جب مکمل بے ہوش ہو کہ اس کو کسی کے ساتھ لیٹنے اور حاجت پُوری کر کے اٹھ جانے کا علم ہی نہ ہو تو ایسی صُورت میں اس سے جماع ممکن ہوتا ہے! اور حمل

کی نوبت آسکتی ہے؟ جب نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ سراسر باطل توجیہ ہے لہٰذا ماننا پڑیگا کہ لُوط علیہ السّلام مکمل بے ہوش نہیں تھے بلکہ جماع کی خواہش وغیرہ ان میں موجود تھی تو ایسی صُورت میں بیٹی اور دُوسری عورت میں تمیز نہ کرسکنا بہت بعید بات ہے' لہٰذا عملاً اور قصداً بیٹیوں کے ساتھ اس مکروہ فعل اور بدکاری کا ارتکاب لازم آئے گا جس سے نبوت کا دامن تو بہرحال پاک ہے مگر کتاب مقدس کا تقدس ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو کر رہ گیا۔ ہر آدمی سوچے گا کہ جب ہادیانِ خلق کا کردار یہ ہے تو پھر ان کو منصب ہدایت پہ فائز کرنے کا مقصد کیا؟ اور ایسے لوگوں کو یہ عظیم منصب سونپنے والے کی حکمت و دانائی اور علم و خبرت کدھر گئی تھی؟ اور کیا ایسے گندے مضامین پر مشتمل کتابیں کوئی حیادار شخص اپنے گھر میں بیٹھ کر بیوی' بچیوں اور بہنوں کے سامنے بھی تلاوت کر سکتا ہے؟ یا کوئی بچی باپ کو یا بہن اپنے بھائی کو یہ کلامِ مقدس سُنا سکتی ہے۔ خدارا انصاف کیا یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہو سکتا ہے؟ نہیں! بالکل نہیں!

حضرت یعقوب علیہ السلام کی شان میں گستاخی اور اُن کیطرف مکروفریب کی نسبت

جب اضحاق ضعیف ہوگیا اور اس کی آنکھیں ایسی دُھندلا گئیں کہ اُسے دکھائی نہ دیتا تھا تو اُس نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کو بُلایا اور کہا اے میرے بیٹے! اُس نے کہا میں حاضر ہُوں۔ تب اُس نے کہا دیکھ میں تو ضعیف ہو گیا ہوں اور مجھے اپنی موت کا دن معلوم نہیں' سو اب تو ذرا اپنا ہتھیار' اپنا ترکش اور اپنی کمان لے کر جنگل کو نکل

جا اور میرے لیئے شکار مار لا' اور میری حسب پسند لذیذ کھانا میرے لیئے تیار کرکے میرے آگے لے آ تاکہ میں کھاؤں اور اپنے مرنے سے پہلے دل سے تجھے دُعا دُوں اور جب اضحاق اپنے بیٹے عیسو سے باتیں کر رہا تھا تو ربقہ سُن رہی تھی اور عیسو جنگل کو نکل گیا کہ شکار مار لائے تب ربقہ نے اپنے بیٹے یعقوب سے کہا کہ دیکھ میں نے تیرے باپ کو تیرے بھائی عیسو سے یہ کہتے سُنا کہ میرے لیئے شکار مار کر لذیذ کھانا میرے واسطے تیار کر تاکہ میں کھاؤں اور اپنے مرنے سے پیشتر خداوند کے آگے تجھے دُعا دوں۔ سو اے میرے بیٹے اس حکم کے مطابق جو میں تجھے دیتی ہُوں میری بات کو مان اور جاکر ریوڑ میں سے بکری کے دو اچھے اچھے بچے مجھے لا دے اور میں ان کو لیکر تیرے باپ کے لیئے اس کی حسب پسند لذیذ کھانا تیار کر دُوں گی اور تو اُسے اپنے باپ کے آگے لے جانا کہ وُہ کھائے اور اپنے مرنے سے پیشتر تجھے دُعا دے۔ تب یعقوب نے اپنی ماں ربقہ سے کہا دیکھ میرے بھائی عیسو کے جسم پر بال ہیں اور میرا جسم صاف ہے۔ شاید میرا باپ مجھے ٹٹولے تو میں اس کی نظر میں دغاباز ٹھہروں گا اور برکت نہیں لعنت کماؤں گا اسکی ماں نے اُسے کہا' اے میرے بیٹے' تیری لعنت مجھ پر آئے' تو صرف میری بات مان اور جاکر وُہ بچے مجھے لا دے' تب وُہ گیا اور اُن کو لاکر اپنی ماں کو دیا اور اُس کی ماں نے اس کے باپ کی حسب پسند لذیذ کھانا تیار کیا اور ربقہ نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کے نفیس لباس جو اس کے پاس گھر میں تھے لیکر ان کو اپنے چھوٹے بیٹے یعقوب کو پہنایا اور بکری کے بچوں کی کھالیں اس کے ہاتھوں اور اُس کی گردن پر جہاں بال نہ تھے لپیٹ دیں اور وُہ لذیذ کھانا اور روٹی جو اُس نے تیار کی تھی' اپنے بیٹے یعقوب کے ہاتھ میں دے دی۔ تب اُس نے باپ کے پاس آکر کہا۔ اے میرے باپ! اُس نے کہا میں حاضر ہُوں' تو کون ہے میرے بیٹے؟ یعقوب نے اپنے باپ سے کہا میں تیرا پہلوٹھا بیٹا عیسو ہُوں۔ میں نے تیرے کہنے کے مطابق کیا ہے' سو ذرا اُٹھ اور

بیٹھ کر میرے شکار کا گوشت کھا تاکہ تو دل سے مجھے دُعا دے۔ تب اضحاق نے اپنے بیٹے سے کہا "بیٹا" تجھے یہ اِس قدر جلد کیسے مل گیا؟ اُس نے کہا اس لیئے کہ خداوند تیرے خُدا نے میرا کام بنا دیا۔ تب اضحاق نے یعقوب سے کہا "اے میرے بیٹے ذرا نزدیک آ کہ میں تجھے ٹٹولوں کہ تو میرا وُہی بیٹا عیسو ہے یا نہیں اور یعقوب اپنے باپ اضحاق کے نزدیک گیا اور اُس نے اُسے ٹٹول کر کہا کہ آواز تو یعقوب کی ہے پر ہاتھ عیسو کے ہیں اور اُس نے اُسے نہ پہچانا اس لئے کہ اُس کے ہاتھوں پر اُس کے بھائی عیسو کے ہاتھوں کی طرح بال تھے سو اُس نے اُسے دُعا دی اور اُس سے پُوچھا کہ کیا تو میرا بیٹا عیسو ہی ہے اُس نے کہا میں وُہی ہوں تب اُس نے کہا کھانا میرے آگے لے آ، اور میں اپنے بیٹے کے شکار کا گوشت کھاؤں گا تاکہ دل سے تجھے دُعا دُوں" سو وُہ اُسے اس کے نزدیک لے آیا اور اُس نے کھایا اور وُہ اس کے لیئے مَے لے آیا اور اُس نے پی۔ پھر اس کے باپ اضحاق نے اس سے کہا "اے میرے بیٹے، اب پاس آ کر مجھے چُوم" اُس نے پاس آکر اُسے چُوما، تب اُس نے اس کے لباس کی خوشبو پائی اور اُسے دُعا دیکر کہا" .... الی۔

جب اضحاق یعقوب کو دُعا دے چُکا اور یعقوب اپنے باپ اضحاق کے پاس سے نکلا ہی تھا کہ اس کا بھائی عیسو اپنے شکار سے لوٹا۔ وُہ بھی لذیذ کھانا پکا کر اپنے باپ کے پاس لایا اور اُس نے اپنے باپ سے کہا میرا باپ اُٹھ کر اپنے بیٹے کے شکار کا گوشت کھائے تاکہ دل سے مجھے دُعا دے۔ اس کے باپ اضحاق نے اس سے پُوچھا کہ تو کون ہے؟ اُس نے کہا میں تیرا پہلوٹھا بیٹا عیسو ہوں، تب تو اضحاق بشدت کانپنے لگا اور اُس نے کہا پھر وُہ کون تھا جو شکار مار کر میرے پاس لے آیا اور میں نے تیرے آنے سے پہلے سب میں سے تھوڑا تھوڑا کھایا اور اُسے دُعا دی؟ اور مُبارک بھی وُہی ہوگا۔ عیسو اپنے باپ کی باتیں سنتے ہی بڑی بلند اور حسرت ناک آواز سے

چلا اُٹھا اور اپنے باپ سے کہا مجھ کو بھی دُعا دے۔ اے میرے باپ مجھ کو بھی۔ اُس نے کہا تیرا بھائی دغا سے آیا اور تیری برکت لے گیا۔ تب اُس نے کہا۔ کیا اس کا نام یعقوب ٹھیک نہیں رکھا گیا کیونکہ اُس نے دوبارہ مجھے اڑنگا مارا۔ اُس نے میرا پہلوٹھے کا حق تو لے ہی لیا تھا اور دیکھو اب وُہ میری برکت بھی لے گیا۔

(پیدائش باب ۲۷-۱ تا ۳۶)

اِس طویل عبارت کو پڑھیں بار بار پڑھیں اور سوچیں کہ اس عبارت کے بنانیوالے نے خاندانِ نبوت کے متعلق کیا تصور پیش کیا ہے اور ہزاروں انبیاء کے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف اخلاقی پستی اور حضرت اسحاق کی بیوی اور یعقوب علیہ السلام کی والدہ کی طرف کیسی چالبازی اور حیلہ سازی کی نسبت کی ہے کہ انہوں نے اپنے خاوند اور خداوند کے رسُول برحق کی منشاء کے برعکس کس طرح نبوت کو دُوسری جگہ منتقل کرا دیا اور پھر خداوند تعالیٰ جو علیم وخبیر اور دلوں کے اندر پیدا ہونے والے خیالات سے آگاہ ہے اس نے بھی حضرت اسحاق کو باخبر نہ کیا۔ حضرت اسحاق یہ پہچان لینے کے باوجود بھی کہ آواز تو یعقوب کی ہے محتاط نہ ہوئے اور عیسو کا حق یعقوب کو دے بیٹھے اور ان کی قوت لمس و احساس اسقدر کمزور تھی کہ بکری کے بچے کی کھال میں اور بیٹے کی جلد اور بالوں میں امتیاز نہ کر سکے۔

علاوہ ازیں اسی طرح دغا بازی اور مکاری سے حاصل کی ہُوئی نبوت اور برکت اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی مرتبہ کی موجب ہوسکتی ہے؟ اور لوگوں کے نزدیک کیونکر واجب التعظیم والتوقیر ہوسکتی ہے اور جن کی اپنی اخلاقی پستی کا حال یہ ہو کہ بھائی کا حق غصب کریں، اپنے والد اور خُدا کے نبی سے جھوٹ بولیں وُہ لوگوں کو کس اخلاقی بلندی تک پہنچا سکتے ہیں؟ نیز پھل اور پھول تو درخت کے اور فروع اصول کے تابع ہوتے ہیں، جب بنی اسرائیل کا اصل اور درخت ایسا تھا تو پھر انبیاء بنی اسرائیل کی نبوت اور تمام بنی اسرائیل کی عادات و

خصائل کے متعلق کونسا اچھا تصوّر قائم کیا جا سکتا ہے جو اس اصل کی فرع' اس درخت کا پھل ہیں ؎

قیاس کُن زگلستانِ من بہارِ مرا

پھر شکار کا گوشت کھائے بغیر دعا نہ دینا بھی ہماری ناقص سمجھ سے بالاتر ہے' کیا اس کے بغیر دُعا چکتی نہیں تھی؟ نیز سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ حضرت اسحاق کا عیسو کو یہ فرمانا اللہ تعالیٰ کے حکم کے مُطابق تھا یا اپنی خواہش کے مطابق پہلی صُورت میں اللہ تعالیٰ کے منشاء و مقصد کا پُورا نہ ہونا لازم آئے گا اور دُوسری صُورت میں پیغمبر کا نبوت جیسے اہم معاملات میں اپنی خواہش نفس کے مطابق عمل پیرا ہونا لازم آئے گا اور دونوں صُورتیں غلط اور ناقابلِ قبول ہیں۔

نیز اگر یعقوب علیہ السّلام کو نبوت مل جانا اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا تو حضرت اسحاق اس طرح نہ فرماتے کہ "تیرا بھائی دغا سے آیا اور تیری برکت لے گیا" اور نہ جناب عیسو کہتے "کہ اس نے اب دُوسری بار مجھے اڑنگا مارا پہلے میرا پہلوٹھے کا حق لے لیا اور اب وُہ میری برکت بھی لے گیا"۔ لہٰذا اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السّلام کی نبوّت سراسر فریب اور مکر پر مبنی تھی اور اس پر نہ اللہ تعالیٰ رضامند تھا اور نہ ہی حضرت اسحاق اور انہوں نے اپنے والد کے ساتھ دھوکہ دہی کی ایسی مثال قائم کی جس کا مہذب معاشرے میں بھی تصوّر نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ خاندانِ نبوت میں اور ہزاروں انبیاء کے باپ میں۔

لیکن اس کے برعکس اسلامی مآخذ یعنی قرآن و حدیث میں کہیں حضرت یعقوب کیطرف ایسے مکروہ اور ناپسندیدہ فعل کی نسبت نہیں' نہ ان کی والدہ کی طرف اور نہ حضرت اسحاق کیطرف دھوکا کھا جانے کی نسبت ہے اور نہ یہ کہ ان کی دُعا شیرینی اور نذرانہ کے بغیر چکتی نہیں تھی بلکہ حضرت سارہ اور حضرت ابراہیم کو بشارت دی گئی تو باپ بیٹے کی کہ

"فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ إِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ"۔ اور ان کے ہبہ کئے جانے کا ذکر کیا گیا تو بھی اکٹھا "وَوَهَبْنَا لَهٗ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ"۔ ہم نے ابراہیم علیہ السّلام کو اسحٰق اور یعقوب ہبہ کیئے اور ساتھ ہی ان کا ہدایت کے اعلیٰ معیار پر ہونا بیان کرتے ہُوئے فرمایا کُلًّا هَدَيْنَا وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ ہم نے ان دونوں میں سے ہر ایک کو خصوصی ہدایت کے ساتھ نوازا اور ان سے قبل نوح علیہ السّلام کو ہدایت مخصوص کے ساتھ سرفراز فرمایا اور سُورۂ انبیاء میں ان کا ہبہ کیا جانا اور صلاح و تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر ہونا بیان کرتے ہُوئے فرمایا "وَوَهَبْنَا لَهٗ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِيْنَ۔ ہم نے حضرت ابراہیم کو اسحاق کا ہبہ کیا اور مزید برآں یعقوب کا اور ہر ایک کو صالح و متقی بنایا۔

اب ہر صاحب عقل و شعور اسلامی نقطۂ نظر اور یہودیت و نصرانیت کے نقطۂ نظر میں واضح طور پر فرق کر سکتا ہے اور بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دامن عصمت کو اس قسم کے مکر و فریب کی آلائش بلکہ جملہ معاصی اور عیوب کی آلودگی سے روزِ اوّل سے ہی محفوظ رکھا ہُوا تھا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں روزِ اوّل سے ہی اس منصب و مرتبہ کیلئے حضرت یعقوب علیہ السّلام کو منتخب کر لیا گیا اور ان کے متعلق حضرت ابراہیم کو بھی بتلا دیا تھا کہ حضرت اسحاق کے بعد اس منصب کے حقدار حضرت یعقوب ہیں اسی لیئے عیسُو کا کہیں نام ہی نہیں لیا گیا۔ لہٰذا ان کو اس سعادت کے حصُول کے لیئے یہ ہتھکنڈے استعمال کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ خدائے بخشندہ نے پہلے ہی سے ان کو بخش دی تھی۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم و اسحاق اور یعقوب و یوسف موسیٰ و ہارون اور داؤد و سلیمان اور اسماعیل' الیسع' یونس اور لُوط علیہم السّلام کا ذکر کر کے اپنے حبیب مکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرمایا" أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ "ان لوگوں کو ہم نے

خصوصی ہدایت اور اخلاقِ عالیہ اور اعلیٰ کمالات کے ساتھ نوازا ہے لہٰذا تم بھی ان اخلاق وکمالات اور ہدایت کے اعلیٰ مراتب کو اپنے اندر جمع کرلو' جس سے صاف ظاہر ہے کہ وُہ مقدس ہستیاں پیغمبرِ آخرالزمان کے لیئے بطور نمونہ پیش کی جارہی ہیں اگر العیاذ باللہ ان میں کوئی عیب اور نقص ہوتا تو قطعاً ان کی سیرت وکردار کو اپنانے کا حکم ایک عام مسلمان کو بھی نہیں دیا جاسکتا تھا چہ جائیکہ ایک عظیم رسول کو.

لہٰذا بحمد اللہ تعالیٰ واضح ہوگیا کہ اہل کتاب نے ہر ممکن الزام لگا کر انبیاء کرام کی شانِ والا کو کم کرنے کی کوشش کی ہے اور اسلام نے ان کا صحیح مقام لوگوں پر آشکار کیا ہے اور ان کے دامنِ عصمت سے ہر قسم کے غبار کو دُور کر دیا ہے.

یہوداہ ابن یعقوب علیہ السلام پر بہتان اور نسب مسیح علیہ السلام پر اعتراض

تب یہوداہ نے اپنی بہو تمر سے کہا کہ میرے بیٹے سیلہ کے بالغ ہونے تک تو اپنے باپ کے گھر بیوہ بیٹھی رہ کیونکہ اُس نے سوچا کہ کہیں یہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح ہلاک نہ ہوجائے سو تمر اپنے باپ کے گھر میں جاکر رہنے لگی اور ایک عرصہ کے بعد ایسا ہُوا کہ سوع کی بیٹی جو یہوداہ کی بیوی تھی مرگئی اور جب یہوداہ کو اس کا غم بھُولا تو وُہ اپنے عدلامی دوست حیرہ کے ساتھ اپنی بھیڑوں کی پشم کے کترنے والوں کے پاس تمنت کو گیا اور تمر کو یہ خبر ملی کہ تیرا خسر اپنی بھیڑوں کی پشم کترنے کیلئے تمنت کو جارہا ہے تب اُس نے اپنے رنڈاپے کے کپڑوں کو اُتار پھینکا اور برقعہ اوڑھا اور اپنے کو ڈھانکا اور عینیم کے پھاٹک کے برابر جو تمنت کی راہ پر ہے جا بیٹھی کیونکہ اُس نے دیکھا کہ سیلہ بالغ ہوگیا مگر یہ اس سے بیاہی نہیں گئی. یہوداہ اُسے دیکھ کر سمجھا کہ کوئی کسبی ہے کیونکہ اس نے اپنا مُنہ ڈھانپ رکھا تھا. سو وُہ راستہ سے اس کی طرف مڑا اور اُس سے کہنے لگا ذرا مجھے اپنے ساتھ مباشرت کرلینے دے کیونکہ اُسے بالکل معلوم نہیں تھا کہ وُہ اس کی بہو ہے. اُس نے کہا تو مجھے کیا دے گا تاکہ میرے ساتھ مباشرت کرے. اُس نے کہا میں ریوڑ میں سے بکری کا ایک بچّہ تجھے دوں گا. اُس نے کہا اس کے بھیجنے تک تو میرے پاس کچھ رہن کردے گا. اُس نے کہا تجھے رہن کیا دُوں. اُس نے کہا اپنی مہر اپنا بازوبند اور اپنی لاٹھی جو تیرے ہاتھ میں ہے. اس نے یہ چیزیں اُسے دیں اور اُس کے ساتھ مُباشرت کی اور وُہ اس سے حاملہ ہوگئی' پھر وُہ اُٹھ کر چلی گئی اور برُقعہ اُتار کر رنڈاپے کا جوڑا پہن لیا اور یہوداہ نے اپنے عدلامی دوست کے ہاتھ بکری کا بچّہ بھیجا تاکہ اُس عورت کے پاس سے اپنا رہن واپس منگائے' پر وُہ عورت اُسے نہ ملی. تب اُس نے اس جگہ کے لوگوں سے پُوچھا کہ وُہ کسبی جو عینیم میں راستہ کے

برابر بیٹھی تھی کہاں ہے۔ اُنہوں نے کہا یہاں کوئی کسبی نہ تھی۔ تب اُس نے یہُودا کے پاس لوٹ کر اُسے بتایا کہ وُہ مجھے نہیں ملی اور وہاں کے لوگ بھی کہتے ہیں کہ وہاں کوئی کسبی نہیں تھی یہودا نے کہا خیر اس رہن کو وہی رکھے ہم تو بدنام نہ ہوں میں نے تو بکری کا بچہ بھیجا پر وُہ تجھے نہ ملی اور قریباً تین مہینے کے بعد یہودا کو یہ خبر ملی کہ تیری بہو تمر نے زنا کیا اور اسے چھ مہینے کا حمل بھی ہے۔ یہودا نے کہا اسے باہر نکال لاؤ کہ وُہ جلائی جائے جب اسے باہر نکالا تو اُس نے اپنے خسُر کو کہلا بھیجا میرے اس شخص کا حمل ہے جس کی یہ چیزیں ہیں سو تو پہچان تو سہی کہ یہ مہر اور بازو بند اور لاٹھی کس کی ہے تب یہودا نے آواز کیا اور کہا کہ وُہ مجھ سے زیادہ صادق ہے کیونکہ میں نے اسے اپنے بیٹے سیلہ سے نہیں بیاہا اور وُہ پھر کبھی اس کے پاس نہ گیا اور اس کے وضع حمل کے وقت معلوم ہُوا کہ اس کے پیٹ میں توام ہیں اور جب وُہ جننے لگی تو ایک بچے کا ہاتھ باہر آیا اور دائی نے پکڑ کر اس کے ہاتھ میں لال ڈورا باندھ دیا اور کہنے لگی کہ یہ پہلے پیدا ہوا اور یوں ہُوا کہ اس نے اپنا ہاتھ پھر کھینچ لیا اتنے میں اس کا بھائی پیدا ہوگیا' تب وُہ دائی بول اُٹھی تو کیسے زبردستی نکل پڑا سو اُس کا نام فارص' رکھا گیا پھر اس کا بھائی جس کے ہاتھ میں لال ڈورا باندھا تھا پیدا ہُوا اور اس کا نام زارح رکھا گیا۔

(پیدائش باب ۳۸-۱۱ تا ۳۰)

تبصرہ: اس طویل اقتباس کو پڑھ لینے کے بعد خدا لگتی بات یہ ہے کہ اس عبارت کو قطعاً الہامی نہیں کہا جا سکتا اور نہ اس کو وحی الٰہی کہہ سکتے ہیں۔ پھر اس میں حضرت یعقوب علیہ السّلام کے عمر رسیدہ بیٹے یہودا کے اخلاق کی جو تصویر سامنے آتی ہے وُہ محو حیرت کر دیتی ہے کیونکہ اس یہودا کے دو بیٹے جو اس کی بہو تمر سے بیکے بعد دیگرے بیاہے گئے اور وُہ مر گئے اور اس کی محبوب بیوی بھی

مر گئی مگر خدا کا خوف اور قبر کے عذاب یا آخرت کے عذاب سے ڈر اور اپنی موت کا قطعاً فکر ان میں نظر نہیں آتا اور پھر ان کی بہو تمر کا جوشِ انتقام میں جنون کی حد تک پہنچ جانا اور سیلہ کے بالغ ہونے پر اس سے نہ بیاہے جانے کا یہ بدلہ لینا کہ اپنے سُسر کے ساتھ بدکاری کر لی شاید دُنیا میں یہ واقعہ اپنی نوعیت کا واحد واقعہ ہو ورنہ خود کشی وغیرہ تو سُننے میں آتی رہتی ہے لیکن اس طرح غم وغصہ کا اظہار کبھی سُننے میں نہیں آیا۔

البتہ ایک سوال کا جواب عُلماء بائیبل پر لازم رہے گا کہ یہودا نے اس عورت کے ساتھ گفتگو بھی کی اور اپنی اشیاء رہن بھی رکھیں اور بدکاری بھی کی لیکن نہ لب ولہجہ سے پہچان ہوئی' نہ اشیاء ہاتھ میں تھماتے وقت ہاتھ دیکھنے پر اور نہ ہی چہرہ دیکھنے پر۔ کیا پڑھی لکھی دُنیا میں اس قسم کے افسانے کو صحیح تسلیم کر لینے کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے؟ اور کسی کی عقل یہ باور کر سکتی ہے کہ یہودا نے اپنی شہوت تو پوری کر لی مگر اس عورت کے چہرہ کو دیکھنے سے شرماتے رہے۔ اور بالخصوص جب یہودا اسی شہر سے گزر رہا تھا جو تمر کا آبائی شہر تھا اور خود ہی یہودا نے اس کو میکے بھیجا تھا تو گفتگو اور چہرہ مُہرہ چال ڈھال سے کیونکر اس کو اندازہ نہ ہُوا معلُوم ہوتا ہے کہ مُصنّفین بائیبل نے اس افسانہ کو تراشتے وقت عقل سے ذرہ کام نہیں لیا۔

نیز تمر کو بیک وقت دو بچّوں کی ماں ثابت کر دیا اور بچّوں کی ہوشیاری بھی کہ پیٹ کے اندر بھی ان میں مسابقت جاری رہی۔ کوئی ہاتھ پہلے نکالتا ہے تو دُوسرا اُسے پیچھے ہٹا کر خود پہلے نکل آتا ہے؟ کیا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور وحی والہام کے ذریعے حاصل ہونے والا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ زیادتی اور اُنکے تقدس پر اعتراض

حضرت مسیح کے نسب نامہ مندرجہ متی باب اوّل میں یہوداہ کے تمر کے بطن سے پیدا ہونے والے بیٹے فارص کو آپ کے آباءواجداد میں شمار کیا گیا ہے اور کتاب کی رُو سے حرام زادہ خُدا کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا لہٰذا اس واقعہ نے نسبی لحاظ سے حضرت مسیح کے تقدس کو بھی مجروح کر دیا اور اسی طرح یہوداہ بھی حضرت مسیح کے آباءواجداد میں ہے اور اس کا عمل و کردار یہ ہے تو اس سے بھی آپ کا نسبی تقدس پامال ہوتا ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام پر بچھڑا بنانے اور اس کو معبود قرار دینے کا الزام

(۱) جب لوگوں نے دیکھا کہ مُوسیٰ نے پہاڑ سے اُترنے میں دیر لگائی تو وُہ ہارون کے پاس جمع ہو گئے اور اس سے کہنے لگے اُٹھ ہمارے لیئے دیوتا بنا دے جو ہمارے آگے آگے چلے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس مرد مُوسیٰ کو جو ہم کو ملک مصر سے نکال کر لایا کیا ہوگا۔ ہارون نے ان سے کہا تمہاری بیویوں، لڑکوں اور لڑکیوں کے کانوں میں جو سونے کی بالیاں ہیں ان کو اُتار کر میرے پاس لے آؤ چنانچہ سب لوگ ان کے کانوں سے سونے کی بالیاں اُتار اُتار کر ان کو ہارون کے پاس لائے۔ اور اس نے ان کے سے لیکر ایک ڈھالا ہُوا بچھڑا بنایا جس کی صُورت چھینی سے ٹھیک کی۔ تب وُہ کہنے لگے۔ اے اسرائیل، یہی تیرا وُہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا۔ یہ دیکھکر ہارون نے اس کے آگے قربان گاہ بنائی اور اس نے اعلان کر دیا کہ کل خداوند کیلئے عید ہوگی اور دُوسرے دن صبح سویرے اُٹھ کر انہوں نے قربانیاں چڑھائیں۔

(خروج باب ۳۲ - ۱ تا ۵)

(۲) اور مُوسیٰ نے ہارُون سے کہا کہ ان لوگوں نے تیرے ساتھ کیا کیا تھا جو تُو نے ان کو اتنے بڑے گناہ میں پھنسا دیا۔ ہارُون نے کہا میرے مالک کا غضب نہ بھڑکے تو ان لوگوں کو جانتا ہے کہ بدی پر تلے رہتے ہیں چنانچہ اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ ہمارے لیئے دیوتا بنا دے جو ہمارے آگے آگے چلے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس آدمی مُوسیٰ کو جو ہم کو ملک مصر سے نکال کے لایا کیا ہوگا۔ تب میں نے ان سے کہا کہ جس جس کے پاس سونا ہو وہ اسے اتار لائے پس انہوں نے اسے مجھ کو دیا اور میں نے اسے آگ میں ڈالا تو یہ بچھڑا نکل پڑا۔

(خروج باب ۳۲ - ۲۱ تا ۲۴)

(۳) اور خداوند ہارُون سے ایسا غصہ تھا کہ اسے ہلاک کرنا چاہا پر میں نے اس وقت ہارُون کے لئے بھی دُعا کی اور میں نے تمہارے گناہ کو یعنی اس بچھڑے کو جو تم نے بنایا تھا لے کر آگ میں جلایا۔ الخ

(استثناء باب ۹ - ۲۰)

تبصرہ: حضرت ہارُون علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان نبی و پیغمبر بھی ہیں اور حضرت مُوسیٰ علیہ السلام نے کوہ طُور پر جاتے وقت ان کو اپنا قائمقام بھی بنایا تھا لیکن کتاب مقدس کے مطابق انہوں نے نہ تو نبوت و پیغمبری کا حق ادا کیا اور نہ ہی مُوسیٰ علیہ السلام کی نیابت کا بلکہ آزری سُنّت پر عمل کر کے شریعت ابراہیم اور شریعت مُوسیٰ علیہما السلام کی خلاف ورزی کی اور قوم کو بُت پرستی اور گوسالہ کی پُوجا پاٹ اور اس کے لیئے قربانیاں چڑھانے میں مصرُوف کر دیا بلکہ خداوند تعالیٰ کا انکار ہی کر دیا کیونکہ بچھڑا کے خدوخال چھینی سے درست کرنے کے بعد کہا "اے اسرائیل یہی وُہ تیرا دیوتا ہے جو تجھ کو مصر سے نکال لایا" حالانکہ اس وقت اس بچھڑے کا نام و نشان بھی نہ تھا مگر پھر بھی وُہ سارا کارنامہ صرف اسی کی طرف منسوب کر دیا تو خداوند تعالیٰ کی ہستی کا بھی انکار لازم آگیا اور خُدا کی قدرت کاملہ کے عظیم نمونے جو ملک مصر سے نکلنے پر ظاہر ہوئے اور فرعون اور اس کی قوم کی تباہی جیسے ناقابلِ تصور خرقِ عادت کو اس مجسمہ کی طرف منسوب کر کے ظلم عظیم کا ارتکاب کیا اور نہ صرف خود مشرک ہوئے بلکہ دُوسروں کو مشرک بنانے کے مرتکب ہوئے اور پھر خداوند تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بنے اور صرف

موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے عملاً ہلاکت سے بچے ورنہ بس تباہی آیا ہی چاہتی تھی جیسے کہ تیسری منقولہ عبارت سے واضح ہے کیا نبی کے ساتھ اس سے بڑا ظلم اور اس سے بڑی گستاخی کوئی ہو سکتی ہے کہ اسے مشرک اور مشرک گر اور بت تراش اور بت گر ثابت کیا جائے اور لوگوں کو خدا سے باغی کرنے والا اور خدا کے فعل کو فقط اس تراشی ہوئی مورتی کا فعل قرار دینے والا لیکن اس کے برعکس نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ان کے قرآن کا اعلان براءت ملاحظہ فرمادیں۔

اسلامی نقطہ نظریہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام اس الزام واتہام سے بالکل منزہ ومبّرٰی ہیں۔ بچھڑا بنانا اور لوگوں کو اس کی پوجا پاٹ کی دعوت دینا دراصل سامری کا فعل تھا۔ اسی نے لوگوں سے زیور لیجئے اور بچھڑا بنایا اور اس کے منہ میں وہ مٹی ڈالی جو اس نے جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے سموں کے نیچے سے اٹھائی تھی جو فرعون اور اس کی قوم کو دریا میں داخل کرنے کی غرض سے گھوڑی پر سوار ہو کر فرعون کے آگے آگے چلے اور آپ پار نکل گئے لیکن وہ غرق ہو گئے۔ سامری نے اس کا کرشمہ محسوس کیا تو اس سے مٹھی بھر مٹی اٹھا کر رکھ لی اور بچھڑا بن گیا تو اس کے منہ میں ڈال دی جس سے اس میں جان پیدا ہو گئی اور اس نے کہا یہ تمہارا اور موسیٰ علیہ السلام کا معبود ہے' چنانچہ نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب مجید اس امر کی گواہی دیتے ہوئے فرماتی ہے "وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ" بنی اسرائیل کو سامری نے گمراہ کیا' فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ تو ایسے ہی سامری نے اس مجسمہ کے منہ میں مٹی ڈالی تو نکالا ان کے لیئے بچھڑا بطور ایسے مجسمہ کے جو آواز گایوں کی مانند نکالتا تھا قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَا سَامِرِيُّ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ. تیرا کیا حال ہے اے سامری (تو نے یہ حرکت کیوں کی) اُس نے کہا میں نے وہ کچھ دیکھا جو لوگوں نے نہیں دیکھا تھا تو میں نے اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے (کی سواری) کے نشان قدم سے مٹھی مٹی کی لی پس اس کو (اس ڈھالے ہوئے مجسمے پر) پھینکا اور ایسے ہی میرے دل نے میرے لیئے اس

تجویز کو گھڑا۔

ان تینوں عبارات سے صاف واضح ہے کہ اس سارے کردار کی ذمہ داری سامری پر عائد ہوتی ہے نہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام پر' ان کے ذمے جو کچھ لگ سکتا ہے وہ ان کا جہاد سے باز رہنا اور زور بازو سے قوم کو اس شرک سے باز نہ رکھنا ہے لیکن اس کی معذرت کرتے ہوئے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شکوے کا جو جواب دیا وہ کلام مجید اور فرقان حمید کی زبانی سماعت فرمائیں:

قَالَ يَا هَارُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْا ۝ اَلَّا تَتَّبِعَنِ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ۝ قَالَ يَا ابْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ کہا موسیٰ نے اے ہارون تجھے کس چیز نے روکے رکھا جب دیکھا تو نے ان کو کہ گمراہ ہو گئے کہ میری اتباع کرتا (اور ان کے خلاف جہاد کرتا) کیا تو نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی ہے کہا ہارون نے اے میری ماں کے بیٹے نہ میری داڑھی پکڑو اور نہ میرے سر کو میں نے یہ اندیشہ کیا کہ تو کہے تو نے بنی اسرائیل کے درمیان تفرقہ ڈال دیا اور میری بات (اور صلاح مشورہ) کا انتظار نہ کیا۔ پوری تفصیل سورۂ طٰہٰ میں ملاحظہ کریں۔

ان کلمات طیبات میں کس طرح حضرت ہارون کے دامن کو اس آلائش اور غلاظت سے محفوظ کر دیا گیا ہے اور ان کے عملی اقدام نہ کرنے کا بھی کیسا حسین عذر پیش کر دیا گیا ہے کہ میں نے تمہاری آمد اور صلاح ومشورہ تک اس اقدام کو ملتوی کر رکھا تھا تا کہ تم میرے اقدام کو جلد بازی اور تفرقہ اندازی پر محمول نہ کرتے رہا زبانی زبانی سمجھانا تو اس کے متعلق قرآن مجید گواہی دے رہا ہے وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُوْنُ مِنْ قَبْلُ يَا قَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْا اَمْرِيْ اور البتہ تحقیق کہا ان کو ہارون نے اس سے پہلے۔ اے میری قوم تم صرف اس بچھڑے کے ذریعے آزمائے گئے ہو (کہ توحید خداوند پر برقرار رہتے ہو یا نہیں) بیشک پروردگار تمہارا صرف رحمن جل واعلیٰ ہے پس میری اتباع کرو اور میرے حکم

کی تعمیل و اطاعت کرو لیکن اُنہوں نے تعمیلِ ارشاد سے انکار کرتے ہُوئے کہا "لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عَاكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى" ہم اسی کے حضُور اعتکاف کیئے ہوئے ہیں تا آنکہ مُوسیٰ ہماری طرف لوٹ آئیں ان کی واپسی سے قبل ہم اسکی پُوجا پاٹ اور اس کے سامنے اعتکاف کو ترک نہیں کریں گے۔

دونوں قسم کے بیانات اور نظریات دیکھ لیئے اور ان سے بخوبی اندازہ لگالیا کہ کتاب یہود و نصاریٰ میں اس کے مُصنف نے مکمّل بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے اور انبیاء کے مقدس دامن پر داغ لگانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ بلکہ بہتان تراشی کی انتہاء کردی اور قرآنِ کریم نے یہ داغ اور بدنما دھبے ان سے دُور کیئے۔

لہٰذا اس کتاب مقدس کو آسمانی یا الہامی کتاب کہنا قطعاً غلط ہے بلکہ اس میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کے دُشمنوں نے تصرّفات کرکے اِس کو مسخ کر دیا ہے۔

مُوسیٰ علیہ السّلام پر خُداوندی حُکم عدولی کا الزام

اگر بائیبل کے بیان کے مُطابق ہم حضرت ہارُون علیہ السّلام کی ہی اس ناسزا فعل کا مرتکب تسلیم کریں تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام بھی حکمِ خداوندی کی مخالفت اور عدم اتباع کے مُرتکب لازم آتے ہیں۔ کیونکہ استثناء باب ۱۳ - ۱ تا ۵ پر مرقوم ہے:

"اگر تیرے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو اور تجھ کو کسی نشان یا عجیب بات کی خبر دے اور وُہ نشان یا عجیب بات جس کی اُس نے تجھے خبر دی وقوع میں آئے اور وُہ تجھ سے کہے کہ آ ہم اور معبُودوں کی جن سے تو واقف نہیں پیروی کرکے ان کی پُوجا کریں تو تو ہرگز اس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات کو نہ سُننا (تا) وُہ نبی یا خواب دیکھنے والا قتل کیا جاوے کیونکہ اس نے تم کو خداوند تمہارے خُدا سے بغاوت کرنے کی ترغیب دی ہے تاکہ تجھ کو اس راہ سے جس پر خُداوند تیرے خُدا نے تجھ کو چلنے کا حکم دیا ہے بہکائے۔ یُوں تو اپنے بیچ میں سے ایسی بدی دُور کرنا۔

______ کیونکہ اس حکم کی رُو سے آپ پر لازم تھا کہ ہارون کو قتل کرتے اور اس بدی کو اس سخت اقدام کے ساتھ ختم کرتے تاکہ آئندہ کسی کو ایسی حرکت کی جُرأت نہ ہوتی لیکن مُوسیٰ علیہ السّلام کا کوئی نوٹس لینا اور حضرت ہارون پر تشدد کرنا قطعاً مذکور نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے غضب بھڑکنے پر اُلٹا حضرت مُوسیٰ ہارُون علیہ السّلام اور بنی اسرائیل کے ان گمراہ لوگوں کے لیئے سفارش بنتے ہوئے نظر آتے ہیں کیا حدود و قصاص اور مقررکردہ سزاؤں کے معاملہ میں پیغمبر کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وُہ سزا کالعدم قرار دے دے یا اُلٹا سفارشی بن جائے لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ یہ بہتان اگر درست تسلیم کریں تو پھر موسیٰ علیہ السّلام کا دامن بھی بیداغ نہیں رہ سکتا لہٰذا الزام سرے سے ہی بے بنیاد ہے کہ مُصنفین بائیبل کی بے بصیرتی کی بین دلیل کہ کم ازکم ایسے واضح تضاد اور تخالُف کو تو دُور کرنے کی کوشش کرتے۔

حضرت ہارون مع مریم موسیٰ علیہ السلام کی غیبت کا الزام اور خدا کے غضب کے بھڑک اٹھنے کا بہتان

موسیٰ نے ایک کوشی عورت سے بیاہ کر لیا سو اس کوشی عورت کے سبب سے جسے موسیٰ نے بیاہ لیا تھا، مریم اور ہارون اس کی بدگوئی کرنے لگے، وہ کہنے لگے کہ کیا خداوند نے فقط موسیٰ سے ہی باتیں کی ہیں، کیا اس نے ہم سے بھی باتیں نہیں کیں۔ سو خداوند نے یہ سنا (تا)، اور ان کو بلا کر فرمایا، سو تم کو میرے خادم موسیٰ کی بدگوئی کرتے خوف نہ آیا اور خداوند کا غضب ان پر بھڑکا اور وہ چلا گیا اور ابرِ خیمہ کے اوپر سے ہٹ گیا اور مریم کوڑھ سے برف کی مانند سفید ہو گئی اور ہارون نے جو مریم کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ وہ کوڑھی ہو گئی تب ہارون موسیٰ سے کہنے لگا، ہائے میرے مالک اس گناہ کو ہمارے سر نہ لگا کیونکہ ہم سے نادانی ہوئی اور ہم نے خطا کی اور مریم کو اس مرے پوتے کی طرح نہ رہنے دے جس کا جسم اس کی پیدائش ہی کے وقت آدھا گلا ہوا ہوتا ہے۔

(گنتی باب ۱۲ - ۱ تا ۱۲)

تبصرہ: گلہ و شکوہ اور غیبت ایسا قبیح فعل ہے جو عام انسان کو بھی زیب نہیں دیتا چہ جائیکہ مسلمان کو اور چہ جائیکہ پیغمبر کو اور وہ بھی موسیٰ کلیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کا گلہ و شکوہ اور غیبت، پھر یہ دعویٰ کہ کیا خداوند نے صرف موسیٰ کے ساتھ کلام نہیں کیا ہمارے ساتھ بھی کلام کیا ہے کیا حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف نہیں، اکیلے طور پہ بھی وہی گئے اور ہارون علیہ السلام اس وقت بھی ساتھ نہیں تھے اور دیگر مواقع پر بھی حضرت ہارون، موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے ہی پابند رہتے تھے اور ان کو احکام انہی کی وساطت سے ہی حاصل ہوتے تھے اور پھر ان کے شانِ کلیمی میں ممتاز ہونے کا انکار دوپہر کے سورج کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔

پھر مریم و ہارون دونوں غیبت میں شریک ثابت کرنے کے بعد صرف مریم کو اس عذاب میں مبتلا دکھلانا جبکہ غیبت میں دونوں برابر اور نسبی نسبت میں بھی دونوں برابر خدا کے عدل و انصاف کو بھی موردِ طعن و تشنیع بنانے کے مترادف ہے۔ علاوہ ازیں کوشی عورت سے بیاہ کرنا جائز تھا یا نہ؟ پہلی صورت میں غیبت اور گلہ شکوہ کی بنیاد ہی ختم ہو گئی اور دوسری صورت میں خود موسیٰ علیہ السلام موردِ الزام ٹھہرتے ہیں اور وہ دونوں حضرات سچے نظر آتے ہیں کیونکہ ان کے غلط اقدام پر وہ تنقید نہ کرتے تو دوسرے لوگ بھی اپنے مقتدا کے عمل سے دھوکہ کھا سکتے تھے لہٰذا ان کا یہ اقدام قابلِ ستائش ہونا چاہیئے نہ کہ قابلِ مواخذہ جرم۔

لیکن اس کے برعکس اسلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو ان عظیم ہستیوں میں شمار کیا ہے جو ہدایت کے روشن مینار ہیں اور ان کا عمل راہ راست کی دلیل ہے اور ان کا نشانِ قدم منزلِ مقصود کی درست علامت۔ "اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ"۔ لہٰذا ان پر اس قسم کا الزام سراسر بہتان ہے اور اس کا حقیقت و واقعہ سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ ھذا واللہ ورسولہ اعلم۔

داؤد علیہ السّلام کی شان میں گستاخی

① اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اُٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور چھت پر اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وُہ عورت نہایت خوبصورت تھی، تب داؤد نے لوگ بھیج کر اُس عورت کا حال دریافت کیا اور کسی نے کہا کیا وُہ العام کی بیٹی بت سبع نہیں جو حتّی اوریاہ کی بیوی ہے؟ اور داؤد نے لوگ بھیجکر اُسے بُلا لیا، وُہ اس کے پاس آئی اور اُس نے اس سے صحبت کی (کیونکہ وُہ اپنی ناپاکی سے پاک ہو چکی تھی) پھر وُہ اپنے گھر کو چلی گئی اور وُہ عورت حاملہ ہو گئی سو اُس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ مَیں حاملہ ہُوں۔ (سموئیل باب ۱۱-۲ تا ۶)

② اور جب اوریاہ کی بیوی نے سُنا کہ اس کا شوہر اوریاہ مر گیا تو وُہ اپنے شوہر کیلئے ماتم کرنے لگی اور جب سوگ کے دن گذر گئے تو داؤد نے اُسے بلوا کر اس کو اپنے محل میں رکھ لیا اور وُہ اس کی بیوی ہو گئی اور اُس سے اس کے ایک لڑکا ہوا پر اُس کام سے جسے داؤد نے کیا تھا خداوند ناراض ہُوا۔ (سموئیل باب ۱۱-۲۶، ۲۷)

③ اور خُدا نے اس لڑکے کو جو اوریاہ کی بیوی کے داؤد سے پیدا ہوا تھا مارا۔ اور ساتویں دن وُہ لڑکا مر گیا۔ (سموئیل ۲ باب ۱۲-۱۵ تا ۱۸)

④ تب ناتن نے داؤد سے کہا کہ وُہ شخص تو ہی ہے خداوند اسرائیل کا خدا یُوں فرماتا ہے کہ مَیں نے تجھے مسح کر کے اسرائیل کا بادشاہ بنایا اور مَیں نے تجھے ساؤل کے ہاتھ سے چُھڑایا اور مَیں نے تیرے آقا کا گھر تجھے دیا اور تیرے آقا کی بیویاں تیری گود میں کر دیں اور اسرائیل اور یہوداہ کا گھر تجھ کو دیا اور اگر یہ سب کچھ تھوڑا تھا تو مَیں تجھ کو اور اور چیزیں بھی دیتا، سو تو نے کیوں خداوند کی بات کی تحقیر کر کے اس کے حضور بدی کی؟ تو نے حتّی اوریاہ کو تلوار سے مارا اور اس کی بیوی لے لی تاکہ وُہ تیری بیوی بنے اور اس کو بنی عمون کی تلوار سے قتل کروایا۔ سو اب تیرے گھر سے تلوار کبھی الگ نہ ہو گی کیونکہ تُو نے مجھے حقیر جانا اور حتّی اوریاہ کی بیوی لے لی تاکہ وُہ

تیری بیوی ہو، سو خُداوند یُوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں شر کو تیرے ہی گھر سے تیرے خلاف اُٹھاؤں گا اور مَیں تیری بیویوں کو لے کر تیری آنکھوں کے سامنے تیرے ہمسایہ کو دُوں گا اور وُہ دن دہاڑے تیری بیویوں سے صحبت کرے گا کیونکہ تو نے چھپ کر یہ کیا، پر مَیں سارے اسرائیل کے رُوبرو دن دہاڑے یہ کروں گا۔

(سموئیل باب ۱۲-۷ تا ۱۲)

⑤ **داؤد علیہ السّلام سے عملی انتقام:** تب ابی سلوم نے اخیتفل سے کہا تم صلاح دو کہ ہم کیا کریں۔ سو اخیتفل نے ابی سلوم سے کہا کہ اپنے باپ کی حرموں کے پاس جا جنکو وُہ گھر کی نگہبانی کو چھوڑ گیا ہے۔ اس لیئے کہ جب سب اسرائیل سُنیں گے کہ تیرے باپ کو تجھ سے نفرت ہے تو ان سب کے ہاتھ جو تیرے ساتھ ہیں قوی ہو جائیں گے۔ سو انہوں نے محل کی چھت پر ابی سلوم کے لیئے ایک تنبو کھڑا کر دیا اور ابی سلوم سب بنی اسرائیل کے سامنے اپنے باپ کی حرموں کے پاس گیا۔

(سموئیل باب ۱۷-۲۰ تا ۲۲)

① ان پانچوں عبارات پر اچھی طرح نظر ڈالیں اور پھر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد علیہ السّلام اتنی کثیر تعداد بیویوں کے ہوتے ہُوئے بھی زنا کریں اور اپنے ایک سپاہی اور لشکری کی عزّت و آبرو لوٹ لیں تو وہ ایک عادل بادشاہ کہلانے کے بھی حق دار نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ رسُول اور نبی ہوں، علاوہ ازیں اس قدر بیویوں کے ہوتے ہوئے زنا جیسا قبیح فعل صرف اور صرف بندہ ہوس اور مجسمہ وقاحت و بے حیائی ہی کر سکتا ہے نہ کہ خُدا کا خوف رکھنے والا مسلمان چہ جائیکہ منصب نبوّت کا تاجدار اور خلافت خداوند تعالیٰ کا خلعت پوش قال تعالیٰ "یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ" اے داؤد ہم نے آپ کو زمین میں اپنا خلیفہ اور نائب بنایا ہے،

② داؤد علیہ السّلام کے زنا سے نعوذ باللہ حمل ٹھہرا اور اس کا تولد ہوا مگر داؤد علیہ السّلام اس کے بیمار پڑنے پر اتنے پریشان ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں

دُعا اور زاری کرتے رہے لیکن بالآخر وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی وجہ سے مر گیا. آخر ایک حرام زادہ کی خاطر اس قدر پریشانی اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں ندامت کے آنسو بہانے کی بجائے اس کے بچانے کے لیئے دُعائیں کرنا کس اخلاقی بلندی اور اعلیٰ معیار پر فائز ہونے کی دلیل ہے. ایک حرامی بچّے کو خاندان نبوّت میں داخل کرنا ہی کتنا ناقابل برداشت فعل ہے جس کے تصوّر سے ہی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں لیکن پھر اس پر اس قدر اصرار اور دعائیں والتجائیں کرنا تو حضرت داؤد کے تصوّر عظمت کو ہی لوحِ قلب سے حرفِ غلط کی طرح محو کر کے رکھ دیتا ہے.

۳ حضرت داؤد مُوسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر کاربند تھے اور اس میں شادی شدہ زانی کی سزا سنگساری ہے ایسی صُورت میں وُہ عورت بھی سنگسار کی جانی ضروری تھی اور خود داؤد علیہ السلام بھی، کیا جس شخص کو اللہ تعالیٰ دین کی پاسداری اور اس پر عملدرآمد کے لیئے چُن لے اور اس کو اس قابل سمجھ کر یہ ذمہ داری تفویض کرے اسکے متعلق یہ تصوّر کیا جا سکتا ہے کہ وُہ خود اس دین اور شریعت کی اس طرح دھجیاں اڑائیگا اور اس کی خلاف ورزی پر لوگوں کو بھی جرأت دیگا؟

۴ پھر داؤد علیہ السلام پر ہی یہ الزام عائد نہیں ہوتا بلکہ سلیمان علیہ السلام پر بھی کیونکہ ان کو سلاطین باب ۱ میں اسی عورت بت سبع کا بیٹا ظاہر کیا گیا ہے؟ اور اسی کی سفارش سے ان کی بادشاہی اور تخت نشینی ثابت کی گئی، کیا خدا کے پیغمبر زناکار عورتوں سے پیدا ہو سکتے ہیں العیاذ باللہ. اور یہ بھی یاد رہے کہ یہی بت سبع حضرت مسیح کی دادیوں میں سے ہے لہٰذا ان کا تقدس بھی مجروح کر دیا گیا.

۵ پھر داؤد علیہ السلام پر صرف تہمت زنا لگانے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بڑے ڈرامائی انداز میں ان کو حتّی اوریاہ کا قاتل بھی ثابت کیا گیا ہے، کیا وُہ طلاق کا مطالبہ نہیں کر سکتے تھے ضرور قتل کے بعد ہی اس عورت کو اپنی بیوی بنا سکتے تھے؟

۶ نیز داؤد علیہ السلام کے خدا کے انتقام کا نشانہ بننے اور بیٹے کے ہاتھوں ان کی بیویوں کی عزّت وآبرو کے برباد ہونے اور وہ بھی دن دھاڑے اور مکان کی چھت پر

اس ظلم و بربریّت کا نشانہ بننے کا تذکرہ کر کے لوگوں کے سامنے ان کی کس قدر رسوائی اور بے آبروئی بیان کی گئی ہے. آخر ناکردہ گناہ بیویوں کو یہ سزا دینے کا کیا مطلب؟ اور بیٹے کے ذریعے ہی ضروری تھا کہ انتقام لیا جاتا گویا پُورے گھرانے کو ہی اس گندگی اور غلاظت سے آلودہ کر دکھلایا اور خاندان نبوّت کی عزّت وعظمت کو خاک میں ملانے کی ناپاک کوشش میں کوئی کمی روا نہیں رکھی.

اسلامی نُقطۂ نظر: آیئے اب اس افسانے کی حقیقت اسلامی ماخذ سے تلاش کریں اور دیکھیں کہ انبیاء کی عظمت کا محافظ قرآن ہے یا کتاب مقدس؟

قرآن مجید میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کرتے ہُوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا. "وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ" ہم نے اس کے ملک و سلطنت کو مضبوط بنایا اور اس کو حکمت ودانش اور حق و باطل میں تمیز دینے والے کلام سے نوازا اور خصومات میں صحیح فیصلہ کی توفیق بخشی اس کے بعد ان کی عبادت گاہ میں دو اشخاص کا اچانک داخل ہونا اور اپنے جھگڑے کا فیصلہ طلب کرنا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ان میں سے ایک نے کہا إِنَّ هَٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ. میرے اس بھائی کے لیئے ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے لیئے صرف ایک دُنبی ہے اور اس نے مجھے کہا ہے کہ وُہ بھی میرے حوالے کر دے اور میرے ملک میں دے دے اور مجھ پر گفتگو میں غالب ہے. یہ جھگڑا سُن کر داؤد علیہ السلام نے فیصلہ دیدیا، لیکن اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا" وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ. سورۃ ص پارہ ۲۳ اور گمان کیا داؤد نے کہ ہم نے اس کو آزمایا تو فوراً اللہ تعالیٰ سے استغفار کی اور جھکتے ہُوئے بارگاہِ خداوندی میں سربسجود ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا پس ہم نے ان کو وُہ معاف کر دیا بیشک ان کے لیئے ہمارے ہاں بہت قرب ہے اور بہتر ٹھکانا.

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے خود بخود متنبّہ ہونے کا ذکر کیا ہے اور مسئلہ کی بیان کردہ صورت سے عبرت حاصل کر کے بارگاہِ خداوندی میں سربسجود ہونے کا بیان ہے۔ ذرا اس استفتاء کے اندر غور کرو تو صاف طور پر یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اوریاہ کی بیوی خود اوریاہ سے طلب کی تھی اور طلاق کا مطالبہ کیا تھا اور طلاق کے بعد مدّت گزارنے پر اس کو اپنی زوجیت میں لے لیا تھا اور یہی تصریح روایات وآثار اور کُتب تفاسیر میں موجود ہے جس سے قطعاً داؤد علیہ السلام کا کسی گناہ میں ملوث ہونا لازم نہیں آتا اور اگر کوئی اَمر قابلِ اعتراض ولائق تنبیہ ہے تو صرف یہ کہ ننانوے بیوی کے ہوتے ہوئے اوریاہ سے اُس کی بیوی کی طلاق کا مطالبہ کیوں کیا یہ تمہارے منصب نبوت کے لائق نہیں تھا خواہش نفس کی تکمیل شیوہ پیغمبری نہیں بلکہ اس پر جبر اور قہر لیکن اس غیر اولیٰ اور غیر انسب فعل پر بھی وُہ نادم ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اس کی وجہ بیان فرمادی کہ وُہ ہمارے بہت نزدیکی اور مقرب ہیں اور بہترین منصب والے لہٰذا اس معمولی لغزش پر حضرت داؤد کی عزت وحرمت اس کے بیٹے کے ہاتھوں پامال کرانا اور بیٹے کے ذریعے باپ کی بیویوں اور ماؤں کا دامن عصمت تارتار کرانا وغیرہ وغیرہ جو کہ کتاب مقدس میں مذکور ہے قطعاً غلط ہے اور کتاب مقدس کے تقدس کو ختم کرنے کا مُوجب ہے اور یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ عصمتِ انبیاء علیہم السلام کا محافظ قرآن اور اسلام ہے نہ کہ کتاب مقدس اور انبیاء کی عظمت شان میں توہین وتنقیص کا کوئی موقعہ تورات وانجیل کے مؤلفین نے ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

داؤد علیہ السلام کے بیٹے امنون پر بہن کیساتھ دست درازی کا الزام

اور اس کے بعد ایسا ہُوا کہ داؤد کے بیٹے ابی سلوم کی ایک خوب صُورت بہن تھی جسکا نام تمر تھا اس پر داؤد کا بیٹا امنون عاشق ہوگیا اور امنون ایسا کڑھنے لگا کہ وُہ اپنی بہن تمر کے سبب سے بیمار پڑ گیا کیونکہ وُہ کنواری تھی۔ سو امنون کو اس کے ساتھ کچھ کرنا دُشوار معلوم ہُوا اور داؤد کے بھائی سمعہ کا بیٹا یونذب امنون کا دوست تھا اور یُونذب بڑا چالاک آدمی تھا سو اُس نے اس سے کہا اے بادشاہ زادے! تو کیوں دن بدن دُبلا ہوتا جاتا ہے؟ کیا تو مجھے نہیں بتائے گا؟ تب انہوں نے اس سے کہا کہ میں اپنے بھائی ابی سلوم کی بہن تمر پر عاشق ہوں۔ یونذب نے اس سے کہا تو اپنے بستر پر لیٹ جا اور بیماری کا بہانہ کرے اور جب تیرا باپ تجھے دیکھنے آئے تو تو اُس سے کہنا میری بہن تمر کو ذرا آنے دے کہ وُہ مجھے کھانا دے اور میرے سامنے کھانے پکائے تاکہ میں دیکھوں اور اس کے ہاتھ سے کھاؤں۔ سو امنون پڑ گیا اور اُس نے بیماری کا بہانہ کر لیا اور جب بادشاہ اس کو دیکھنے آیا تو انہوں نے بادشاہ سے کہا، میری بہن تمر کو ذرا آنے دے کہ وُہ میرے سامنے دو پُوریاں بنائے تاکہ میں اس کے ہاتھ سے کھاؤں۔ سو داؤد نے تمر کے گھر کہلا بھیجا کہ تو ابھی اپنے بھائی امنون کے گھر جا اور اس کے لیئے کھانا پکا سو تمر اپنے بھائی امنون کے گھر گئی اور وُہ بستر پر پڑا ہُوا تھا اور اُس نے آٹا لیا اور گوندھا اور اس کے سامنے پُوریاں بنائیں اور ان کو پکایا اور توے کو لیا اور اس کے سامنے ان کو انڈیل دیا پر اُس نے کھانے سے انکار کر دیا تب امنون نے کہا کہ سب آدمیوں کو میرے پاس سے باہر کر دو سو ہر ایک آدمی اس کے پاس سے چلا گیا تب امنون نے تمر سے کہا کہ کھانا کوٹھڑی کے اندر لے آ تاکہ میں تیرے ہاتھ سے کھاؤں سو تمر وُہ پوریاں جو اُس نے پکائی تھیں اُٹھا کر ان کو کوٹھڑی میں اپنے بھائی امنون کے پاس لائی اور جب وُہ اُن کو اس کے نزدیک لے گئی کہ وُہ کھائے تو اُس نے اُسے پکڑ لیا اور اُس سے کہا اے میری بہن مجھ سے وصل کر اُس نے کہا نہیں

میرے بھائی میرے ساتھ جبر نہ کر کیونکہ اسرائیلیوں میں کوئی ایسا کام نہیں ہونا چاہیئے تو ایسی حماقت نہ کر اور بھلا میں اپنی رسوائی کہاں لیئے پھروں گی اور تو بھی اسرائیلیوں میں احمقوں میں سے ایک کی مانند ٹھہرے گا سو تو بادشاہ سے عرض کر کیونکہ وُہ مجھ کو تجھ سے روک نہیں رکھے گا۔ لیکن اُس نے اُس کی بات نہ مانی اور چونکہ وُہ اُس سے زورآور تھا اس لیئے اُس نے اس کے ساتھ جبر کیا اور اُس سے صحبت کی۔

(سموئیل باب ۱۳ ۔ ا تا ۱۴)

ابی سلوم کی طرف سے باپ کے ساتھ اور اپنی ماؤں کے ساتھ زیادتی کی داستان بلکہ افسانہ مطالعہ کر لینے کے بعد اب ابی سلوم کی بہن اور حضرت داؤد کی بیٹی تمر کی عصمت کا اپنے بھائی امنون کے ہاتھوں داغدار ہونا ملاحظہ کریں اور کتاب مقدس کی رُو سے اس گھرانے کا اخلاقی نقشہ دیکھیں۔ پھر داؤد علیہ السلام کا خود اپنی بیٹی کو امنون کے پاس بھیجنا اور اس کے فریب میں آنا ملاحظہ کریں۔ نیز داؤد علیہ السلام کے بھتیجے یونذب کا امنون کو چال بھلانا اور اپنے چچے کی بے آبروئی میں شریک ہونا۔ نیز بہن کا بھائی سے یہ کہنا کہ میرے ساتھ جبر کرنے کی بجائے داؤد علیہ السلام سے عرض کر وُہ مجھ کو تجھ سے روک نہیں رکھے گا؟ باپ بیٹوں اور بیٹیوں کے متعلق کیا نقشہ پیش کر رہا ہے؟ کیا شریعت موسوی میں بہن بھائی کا باہمی ازدواجی تعلق جائز تھا؟ جب نہیں اور یقیناً نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس بیہودہ عبارت کو اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس کا حصہ کیونکر مانا جا سکتا ہے؟ اور کیا یہ ساری داستان اللہ تعالیٰ کا کلام ہو سکتی ہے اور وُہ کتاب جو ایسی اخلاق سوز حرکات کے بیان پر مشتمل ہو وُہ قابلِ تلاوت ہو سکتی ہے، اور قابلِ ہدایت۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

سُلیمان علیہ السّلام کی شان میں گستاخی

اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں سے یعنی موآبی۔ عمونی۔ ادومی۔ صیدانی اور حتّی عورتوں سے محبّت کرنے لگا۔ یہ اُن قوموں کی تھیں جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم ان کے بیچ نہ جانا اور نہ وُہ تمہارے بیچ آئیں کیونکہ وُہ ضرور تمہارے دلوں کو اپنے دیوتاؤں کیطرف مائل کر لیں گی۔ سلیمان ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگا اور اس کے پاس سات سو شاہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں اور اس کی بیویوں نے اس کے دل کو پھیر دیا۔ کیونکہ جب سلیمان بڈھا ہو گیا تو اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا اور اس کا دل خداوند اپنے خُدا کے ساتھ کامل نہ رہا جیسا اس کے باپ داؤد کا دل تھا۔ کیونکہ سلیمان صیدانیوں کی دیوی عستارات اور عمونیوں کے نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگا اور سلیمان نے خداوند کے آگے بدی کی اور اُس نے خُداوند کی پُوری پیروی نہ کی جیسی اس کے باپ داؤد نے کی تھی۔ پھر سُلیمان نے موآبیوں کے نفرتی کموس کے لیئے اس پہاڑ پر جو یروشلم کے سامنے ہے اور بنی عمون کے نفرتی مولک کیلئے بلند مقام بنا دیا۔ اُس نے ایسا ہی اپنی سب اجنبی بیویوں کیخاطر کیا جو اپنے دیوتاؤں کے حضور بخور جلاتی اور قربانی گذرانتی تھیں۔ اور خداوند سلیمان سے ناراض ہُوا کیونکہ اس کا دل خداوند اسرائیل کے خُدا سے پھر گیا تھا جس نے اُسے دوبار دکھائی دے کر اس کو اس بات کا حکم کیا تھا کہ وُہ غیر معبُودوں کی پیروی نہ کرے پر اُس نے وُہ بات نہ مانی جس کا حکم خُداوند نے دیا تھا اس سبب سے خُداوند نے سلیمان کو کہا چونکہ تجھ سے یہ فعل ہُوا اور تُو نے میرے عہد اور میرے آئین کو جن کا میں نے تجھے حکم دیا نہیں مانا۔ اس لیئے میں سلطنت کو ضرور تجھ سے چھین کر تیرے خادم کو دوں گا تو بھی تیرے باپ داؤد کی خاطر میں تیرے ایّام میں یہ نہیں کروں گا بلکہ اُسے تیرے بیٹے کے ہاتھ سے چھینوں گا۔ پھر بھی میں ساری سلطنت کو نہیں چھین لُوں گا بلکہ

اپنے بندہ داؤد کی خاطر اور یروشلم کی خاطر جسے میں نے چن لیا ہے ایک قبیلہ تیرے بیٹے کو دوں گا۔ (۱۔ سلاطین باب ۱۱۔ ۱۱ تا ۱۳)

تبصرہ: کتاب مقدس کی اس تقدس سے دُور اور ناپاکی سے بھرپور عبارت کا بغور مطالعہ کریں تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا اسلام سے برگشتہ ہوجانا اور بت پرستی میں مبتلا ہونا صاف صاف ثابت ہوتا ہے اور خداوند کے دکھائی دے کر تاکید اکید فرمانے کے باوجود بھی وہ شرک میں ہی مبتلا نظر آتے ہیں۔ کیا نبی ہوکر شرک کے اڈے بنائیں اور بیویوں کی خاطر بت پرستی کو رواج دیں اور خود غیر معبودوں کی طرف مائل ہوں کسی عقل مند شخص کی عقل اس کو تسلیم کر سکتی ہے؟ جب خدا کا نبی اور سرچشمہ ہدایت اس قسم کی سنگین گمراہی بلکہ خلاف عقل وقیاس فعل کا مرتکب ہو تو دوسرے کسی شخص سے کیا گلہ ہو سکتا ہے ع

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

معبود برحق کو چھوڑ کر بے جان مجسموں کی پوجا عقل کے خلاف ہے کیونکہ جو اپنے وجود اور تراش خراش میں انسانی کاوش کے محتاج ہیں وہ انسان کے نفع و نقصان کے مالک اور اس کی ضروریات وحاجات کے کفیل کیونکر ہو سکتے ہیں، مگر اسرائیلی اختراعات نے نبوت کے دامن کو کس قدر بدنما داغ لگائے اور کتنی بڑی نجاست وغلاظت کے ساتھ آلودہ کیا۔ پھر خدا تعالیٰ کو اپنے آئین اور احکام کے برخلاف سلیمان کو قتل کرانے کی بجائے اس کو اسی طرح سلطنت پر برقرار رکھتے دکھا کر اللہ تعالیٰ کی حکمت ودانش کا بھی صفایا کر دیا کہیں تو وہ صرف غلط بات کہنے پر قتل کا حکم جاری کرے اور کہیں بیویوں کی خاطر شرک کے اڈے قائم کرنے والے پر ذرا سا زوال بھی نہ آنے دے تو اس کے احکام کا اور قواعد وضوابط کا کیا اعتبار رہ گیا۔

اسلامی نقطہ نظر: آئیے اب اسلامی ماخذ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا مرتبہ اور عنداللہ ان کا مقام معلوم کرتے چلیں۔ سورہ ص میں فرمایا "وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ" ہم نے داؤد علیہ السلام کو سلیمان

کا ہبہ کیا وہ بہت اچھا بندہ ہے بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھنے والا ہے۔
پھر رجوع الی اللہ کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا "إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ رُدُّوهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ" جبکہ ان پر پچھلے پہر عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے تو انہوں نے کہا میں نے دوست رکھا مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد سے یہاں تک سورج چھپ گیا اوٹ میں پھر لاؤ انہیں میرے پاس پھر شروع ہوئے مسح ان کی پنڈلیوں اور گردنوں کو۔

اگرچہ تفسیری اقوال مختلف ہیں مگر ہر صورت میں یہاں پر سلیمان علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ثابت ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے ذہول اور ادنیٰ غفلت کا بھی ان کو سخت ناگوار گزرنا واضح ہوتا ہے اگرچہ وہ گھوڑے جہاد کے لیئے تھے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیئے اور ان کی خدمت بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت تھی لیکن پھر ان کو اصلی اور مقصودی عبادت کا اس شغل میں رہ جانا سخت ناگوار گزرا حتیٰ کہ بقول جمہور مفسرین انہوں نے ان گھوڑوں کو سبب غفلت اور منشاء ذہول ہونے کی وجہ سے قربان کر دیا تاکہ یہ بنیاد ہی منہدم ہوجائے اور پھر کبھی اس غفلت کا اعادہ نہ ہونے پائے اور مال ضائع بھی نہ ہو راہ خدا میں قربان ہو اور یہ قربانی اس زمانہ میں جائز تھی۔

اب آپ خود ہی انصاف کریں جس ہستی کیلئے اس قدر ذکر خدا سے غفلت ناقابل برداشت ہو وہ غیر معبودوں کی طرف مائل ہوجائیں اور شرک وبت پرستی کے لیئے مراکز قائم کریں کس قدر حقیقت سے دور اور عقل وفہم سے بعید بات ہے اور چونکہ یہ کتاب حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بہت عرصہ بعد نازل ہوئی اور ایک امی نبی کی زبان حقیقت ترجمان نے ان کی اللہ تعالیٰ سے محبت اور لگاؤ کو اس انداز میں بیان کیا لہذا اس توہم کی قطعاً کوئی گنجائش نہ رہی کہ ابتدائی دور میں تو واقعی اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنے والے تھے لیکن بعد میں بدل گئے العیاذ باللہ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اخروی درجات ومراتب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَى وَحُسْنَ مَآبٍ" اور بے شک ان کیلئے ہمارے

حال نزدیکی ہے اور بہت اچھا ٹھکانا۔

الغرض ہم نے اسلامی نقطۂ نظر اور یہودیّت ونصرانیّت کا عقیدہ اور ان کی آسمانی کتاب والہامی کتاب کا اس مقدّس ہستی پر الزام واتہام آپ کے سامنے پیش کردیا ہے یہ فیصلہ آپ ہی کریں کہ ان میں سے کونسا نظریہ درست ہے اور قرینِ قیاس اور قابلِ قبول اور کونسا نظریہ خلافِ عقل وقیاس اور ناقابلِ قبول اور یہ کہ اسلام عصمتِ انبیاء کا محافظ ہے اور قرآن یا نام نہاد کتابِ مقدس ؟

ایلیاہ نبی کی شان میں گستاخی

اور ایلیاہ تشبی جو جلعاد کے پردیسیوں میں سے تھا۔ اخی اب سے کہا کہ خداوند اسرائیل کے خدا کی حیات کی قسم جس کے سامنے میں کھڑا ہوں ان برسوں میں نہ اوس پڑے گی نہ مینہ برسے گا جب تک میں نہ کہوں اور خداوند کا یہ کلام اُس پر نازل ہوا کہ یہاں سے چل دے اور مشرق کی طرف اپنا رُخ کر اور کریت کے نالہ کے پاس جو یردن کے سامنے ہے جا چھپ اور تو اُسی نالہ میں سے پینا اور میں نے کوّوں کو حکم کیا ہے کہ وُہ تیری پرورش کریں سو اُس نے جاکر خداوند کے کلام کے مطابق کیا کیونکہ وُہ گیا اور کریت کے نالہ کے پاس جو یردن کے سامنے ہے رہنے لگا اور کوّے اس کے لیئے صبح کو روٹی اور گوشت اور شام کو بھی روٹی اور گوشت لاتے تھے اور وُہ اُس نالہ میں سے پیا کرتا تھا' اور کچھ عرصہ کے بعد وُہ نالہ سُوکھ گیا اس لیئے کہ اس ملک میں بارش نہیں ہوئی تھی۔

(۱۔ سلاطین باب ۱۷، ۱ تا ۷)

تبصرہ: اس ایلیاہ نبی کے متعلق آگے چل کر تھوڑے آٹے اور تیل کو معجزانہ طور پر بڑھا دینا اور پُورے کنبے کیلئے قحط سالی ختم ہونے تک کافی وافی کردینا مذکور ہے اور مُردہ بچّے کو زندہ کرنا وغیرہ وغیرہ لیکن اس مقام پر ان کو کوّوں کی لائی ہوئی روٹی اور گوشت پر گزر بسر کرتے دکھایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ کوّا نجس اور خبیث جانور ہے اور وُہ جو کچھ اُٹھاتا ہے پنجے سے اُٹھائے یا چونچ کے ساتھ دونوں کا استعمال انتہائی مقدس اور مجسّم تقویٰ شخصیّت کیلئے کیونکر درست ہوسکتا ہے؟ اور جو خدا بنی اسرائیل کے عوام کے لیئے کوّوں کی وساطت کے بغیر من وسلویٰ کا بندوبست کرتا رہا اور جس نے حضرت عیسٰی کے حواریوں کے لیئے آسمان سے براہِ راست روٹیوں کا دسترخوان نازل فرمادیا وُہ اپنے اس مقدّس نبی کے لئے صرف کوّوں کی وساطت سے گوشت روٹی کا بندوبست کیوں کرتا ہے؟ کیا اس میں اس پیغمبر کی تنقیص شان نہیں؟

اگر مہمان عزیز کے لیے غلیظ اور میلے کچیلے اور نجس ہاتھوں والے خادم مقرر کر دیے جائیں تو یہ اس کی توہین ہی تصور کی جائے گی نہ کہ تعظیم و تکریم تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے اہتمام کو کس عظمت اور برتری کی نشانی کہا سکتا ہے؟ یاد رہے کتاب مقدس کی رُو سے تمام کوے حرام ہیں جیسے کہ احبار باب ۱۱-۱۵ پر تصریح موجود ہے۔ یقیناً اس عبارت میں مصنف تورات کے ہاتھ کی صفائی کار فرما ہے۔ قرآن مجید نے رُسل عظام کے متعلق فرمایا "یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا" اے رُسل کرام پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔ لہٰذا جب ان کو پاکیزہ کھانے کا حکم ہے تو لا محالہ ان کو غذا بھی پاکیزہ مہیا کرے گا۔ حقیر و ذلیل اور فاسق و خبیث جانور کے ذریعے قطعاً مہیا نہیں کرے گا۔ لہٰذا قرآن مجید کسی بھی ایسی صورت کو روا نہیں رکھتا۔ یہ صرف کتاب مقدس کی عظمت نبوت کے ساتھ اٹکھیلی ہے۔ نعوذ باللہ منہ

یسعیاہ نبی کی شان میں گستاخی

جس سال سرجون شاہ اسور نے ترتان کو اشدود کی طرف بھیجا اور اُس نے آکر اشدود سے لڑائی کی اور اُسے فتح کر لیا۔ اس وقت خداوند نے یسعیاہ بن آموص کی معرفت یُوں فرمایا کہ جا اور ٹاٹ کا لباس اپنی کمر سے کھول ڈال اور اپنے پاؤں سے جُوتے اُتار۔ سو اس نے ایسا ہی کیا وُہ برہنہ اور ننگے پاؤں پھرا کرتا تھا۔ تب خداوند نے فرمایا جس طرح میرا بندہ یسعیاہ تین برس تک برہنہ اور ننگے پاؤں پھرا کیا تاکہ مصریوں اور کوشیوں کے بارے میں نشان اور اچنبھا ہو اُسی طرح شاہ اسور مصری اسیروں اور کوشی جلا وطنوں کو کیا بوڑھے کیا جوان برہنہ اور ننگے پاؤں اور بے پردہ سرینوں کے ساتھ مصریوں کی رُسوائی کے لیے لے جائے گا۔ تب وُہ ہراساں ہوں گے اور کوش سے جو ان کی امید گاہ تھی اور مصر سے جو ان کا فخر شرمندہ ہوں گے اور اُس وقت اس ساحل کے باشندے کہیں گے دیکھو ہماری امید گاہ کا یہ حال ہوا جس میں ہم مدد کیلئے بھاگے تاکہ اسور کے بادشاہ سے بچ جائیں پس ہم کس طرح رہائی پائیں۔

(یسعیاہ باب ۲۰-۱ تا ۶)

تبصرہ: اس عبارت پر غور فرمائیں اور اسرائیلی تخیل پر سر دھنیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو کمر سے تہہ بند کھول کر پھینک دینے کا حکم دے اور مصریوں اور کوشیوں کے سامنے ان کو اس برہنگی کے عالم میں پھرنے کا حکم دے کیا یہ ممکن ہے اور شرمیلا خدا جس نے حیاء کو ایمان کا رُکن رکین اور جزو عظیم قرار دیا ہو وُہ ایسی قبیح حرکت کا حکم دے سکتا ہے؟ اور اس مادر زاد حالت میں پھرنے والے کو کوئی شخص نبی و رسُول اور سرچشمہ رُشد و ہدایت تصور کر سکتا ہے بلکہ یہ حالت تو عقل و خرد سے عاری ہونے اور ہوش و حواس سے محروم ہونے اور حیوانات کے ساتھ ملحق ہونے کی علامت و نشانی ہے کسی پیغمبر کے لئے کیونکر لائق و مناسب ہو سکتی ہے لہٰذا یہ حکم نہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے اور حضرت یسعیاہ کے اور نہ مصری اسیروں اور کوشی جلا وطنوں کی رُسوائی

اور خوف وہراس کے لیے اس اقدام کی چنداں ضرورت لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسُول پر سراسر الزام اور بہتان ہے۔

اس کے برعکس اسلام میں ان کو عظیم فضیلت کا مالک تسلیم کیا گیا اور قابلِ تقلید شخصیت اور ہدایت کا اعلیٰ نمونہ۔ فرمانِ خداوند جل وعلیٰ ہے "وَاِسْمَاعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا وَکُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ" اور اسماعیل والیسع اور یُونس و لُوط میں سے ہر ایک کو ہم نے سب جہان والوں پر فضیلت دی۔ اور جو سب سے افضل ہوں جو اس طرح کی گھٹیا حالت میں کیونکر رکھے جا سکتے جو رسوائی اور بے آبرُوئی کی علامت ہے اور فرمایا اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ۔ وہ مقدّس اور بزرگ ہستیاں ہیں جن کو ہم نے خصوصی ہدایت، عالی اخلاق اور کامل صفات کے ساتھ مخصوص ٹھہرایا ہے لہٰذا ان کی سیرت کو اپناؤ اور ان کمالات کو اپنے اندر جمع کرو اور جو نقشہ حضرت یسعیاہ کے اخلاق کا کتاب مقدس نے بیان کیا ہے کیا وُہ قابلِ تقلید ہو سکتا ہے؟

لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید عظمتِ انبیاء کا امین ہے اور کتاب یہود ونصاریٰ اس عظمت کے حصار میں نقب زن ❊

حزقی ایل نبی کی شان میں گستاخی

اور تو اپنے لیے گیہوں اور جَو اور باقلا اور مسور اور چینا اور باجرا لے اور ان کو ایک ہی برتن میں رکھ اور ان کی اتنی روٹیاں پکا جتنے دنوں تک تو پہلی کروٹ پڑ لیٹا رہے گا تو تین سو نوّے دن تک ان کو کھانا۔ اور تیرا کھانا وزن کر کے بیس مثقال روزانہ ہوگا جو تو کھائے گا تو گاہے گاہے کھانا۔ تو پانی بھی ناپ کر ایک ہین کا چھٹا حصّہ پئے گا، تو گاہے گاہے پینا اور تو جَو کے پھلکے کھانا اور تو ان کی آنکھوں کے سامنے انسان کی نجاست سے ان کو پکانا اور خُداوند نے فرمایا کہ اسی طرح سے بنی اسرائیل اپنی ناپاک روٹیوں کو ان اقوام کے درمیان جن میں میں ان کو آوارہ کروں گا کھایا کریں گے تب میں نے کہا کہ ہائے خداوند خدا۔ دیکھ میری جان کبھی ناپاک نہیں ہوئی اور اپنی جوانی سے اب تک کوئی مردار چیز جو آپ ہی مر جائے یا کسی جانور سے پھاڑی جائے میں نے ہرگز نہیں کھائی اور حرام گوشت میرے مُنہ میں کبھی نہیں گیا۔ تب اُس نے مجھے فرمایا دیکھ میں انسان کی نجاست کے عوض تجھے گوبر دیتا ہوں۔ سو تو اپنی روٹی اُس سے پکانا۔

(حزقی ایل باب ۴ - ۹ تا ۱۵)

تبصرہ: اس عبارت میں پہلے حضرت حزقیل علیہ السّلام کو انسانی نجاست کیساتھ جو کے پھلکے پکا کر کھانے کا حکم دیا گیا اور جب انہوں نے نجس اور ناپاک چیز کھانے سے معذرت کی اور اپنے زندگی بھر کے تقدس اور تقویٰ کا واسطہ دے کر اس حکم کو بدلنے کی اپیل کی تو اس کے عوض گوبر کے ساتھ پکا کر کھانے کا حکم دیدیا گیا ہے اب آپ خود ہی اندازہ کریں کہ خداوند تعالیٰ بھی کبھی نجاست اور غلاظت کھانے کا حکم دے سکتا ہے؟ اور کیا پیغمبر خداوند تعالیٰ سے زیادہ نزاہت پسند اور طہارت کا پابند کوئی ہو سکتا ہے؟ پھر لوگوں کے سامنے انسانی نجاست کے ساتھ پھلکے پکانے کا حکم کونسی پیغمبرانہ عظمت کا غماز ہے؟ اگر لوگوں کو پیغمبر خدا انسانی غلاظت اکٹھی کرتا ہی نظر آئے تو وُہ اس سے میل جول اور نشست وبرخاست بند کر دیں چہ جائیکہ پھلکے

اس کے ساتھ پکا کر کھانا دکھائی دے تو ان کا ردِ عمل کیا ہوگا؟

یقین جانیئے جن کو اللہ تعالیٰ نے تعمیرِ انسانیت اور تہذیب و تربیت خلق کیلئے مبعوث فرمایا ہو ان سے ذرا بھر خسیس امر کا ارتکاب بھی ناقابل تصور ہوتا ہے اور پھر خدا کے مقرب تو طہارت و نزاہت کے مجسمہ ہُوا کرتے ہیں ہمارے رسُولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم تو پیاز اور لہسن کھانا بھی پسند نہیں فرماتے تھے کیونکہ ان میں بدبُو ہوتی ہے اور اللہ تعالےٰ کے فرشتے میرے ساتھ ہمنشین اور ہمکلام ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کو ایذا اور تکلیف پہنچے گی اور ایسی چیزیں کھا کر مسجد میں آنے پر بھی پابندی عائد فرمادی مگر تعجب ہے کہ کتاب مقدس ایک نبی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ایسا حکم نقل کر رہی ہے۔ نیز اسلام کے سرچشمہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا رسُل کرام کے متعلق یہ حکم مذکور ہے "یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا" اے میرے رسولو! پاکیزہ اشیاء میں سے کھاؤ اور نیک اعمال کرو اور قرآنِ مجید کا ہی اعلان ہے۔ لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیہ فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المستطھرین۔ البتہ وُہ مسجد جس کی بنیاد روزِ اوّل سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے آپ کے قیام اور عبادت کرنے کے لیئے زیادہ لائق اور مناسب ہے اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اچھی طرح طہارت کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ وُہ حضرات صحابہ ڈھیلوں کے ساتھ استنجا کرنے کے بعد پھر پانی استعمال کرتے تھے لہٰذا اس مسجد کی عظمت ایسے غازیوں سے ظاہر فرمائی اور اس پاکیزہ خصلت کی وجہ سے ان کا محبوب خُدا ہونا بیان فرمایا، لہٰذا اسلامی نقطہ نظر اور اسرائیلی کتاب مقدس کے احکام و الہام کو دیکھ کر خود ہی فیصلہ کریں کونسا مذہب تقدس اور پاکیزگی پر مشتمل ہے اور کونسا اس کے برعکس اور کونسا نظریہ حیات عظمت انبیاء کا پاسبان ہے اور کونسا عظمت انبیاء کو ختم کرنے کا مُوجب۔

نبی کی طرف جھوٹ اور فریب کاری کی نسبت

اور بیت ایل میں ایک بڈھا نبی رہتا تھا سو اس کے بیٹوں میں سے ایک نے آکر وُہ سب کام (معجزات وخرق عادات) جو اُس مردِ خدا نے اس روز بیت ایل میں کیئے اُسے بتائے اور جو باتیں اس نے بادشاہ سے کہی تھیں ان کو بھی اپنے باپ سے بیان کیا اور ان کے باپ نے ان سے کہا وُہ کس راہ سے گیا۔ اس کے بیٹوں نے دیکھ لیا تھا کہ وُہ مردِ خدا جو یہوداہ سے آیا تھا کس راہ سے گیا ہے سو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا میرے لیئے گدھے پر زین کسو پس انہوں نے اس کے لیئے گدھے پر زین کس دیا اور وُہ اس پر سوار ہُوا۔ اور اس مردِ خُدا کے پیچھے چلا اور اُسے بلوط کے ایک درخت کے نیچے بیٹھے پایا۔ تب اُس سے کہا کیا تو وُہی مردِ خُدا ہے جو یہوداہ سے آیا تھا۔ اس نے کہا ہاں۔ تب اُس نے اس سے کہا۔ میرے ساتھ اس جگہ نہ روٹی کھاؤں نہ پانی پیوں کیونکہ خداوند کا مجھے یہی حکم ہے کہ تو وہاں نہ روٹی کھانا نہ پانی پینا اور نہ اس راستہ سے ہو کر واپس لوٹنا جس سے تو جائے۔ تب اُس نے اُس سے کہا، میں بھی تیری طرح نبی ہوں اور خداوند کے حکم سے ایک فرشتہ نے مجھ سے کہا کہ اُسے اپنے ساتھ اپنے گھر میں لوٹا کر لے آ تاکہ وُہ روٹی کھائے اور پانی پیئے لیکن اس نے اس سے جھُوٹ کہا۔

سو وہ اس کے ساتھ لوٹ گیا اور اس کے گھر میں روٹی کھائی اور پانی پیا جب وُہ دستر خوان پر بیٹھے تھے تو خداوند کا کلام اس نبی پر جو اسے لوٹا لایا تھا نازل ہوا اور اس نے اس مردِ خدا سے جو یہوداہ سے آیا تھا چلا کر کہا۔ خُداوند یُوں فرماتا ہے۔ اس لئے کہ تو نے خداوند کے کلام سے نافرمانی کی اور اس حکم کو نہیں مانا جو خداوند تیرے خُدا نے تجھے دیا تھا اور تُو نے اسی جگہ جس کی بابت خداوند نے تجھے فرمایا کہ نہ روٹی کھانا اور نہ پانی پینا، روٹی بھی کھائی اور پانی بھی پیا۔ سو تیری لاش تیرے باپ دادا کی قبر تک نہیں پہنچے گی"۔ الخ

(سلاطین ۱، باب ۱۳- ۱۱ تا ۲۲)

اس عبارت میں اگرچہ دونوں نبیوں کا نام نہیں بتایا گیا تاہم صاحب معجزات نبی جس نے پربعام بادشاہ کے سامنے طرح طرح کے خرق عادات دکھلا کر اس کو عاجز و بے بس کر دیا ایک دُوسرے نبی کے ہاتھوں دھوکہ کھا کر اللہ تعالیٰ کے عتاب کا مستحق ٹھہرا اور نافرمانی و حکم عدُولی کا مرتکب۔ اس عبارت میں اگر غور کریں تو نہ الوہیت کا دامن بے داغ رہ سکتا ہے اور نہ نبوّت کا۔ نبوّت کا تو اس لیئے کہ یہوداہ سے آنیوالا نبی تو عذر کرتا ہے کہ میں حکم خداوند کے مطابق اس جگہ سے نہ پانی پی سکتا ہُوں اور نہ روٹی کھا سکتا ہُوں لہٰذا مجھے معذور سمجھا جائے لیکن دُوسرا نبی جھُوٹ بول کر اس سے خداوند کے حکم کی خلاف ورزی کراتا ہے۔ کیا یہ شیوہ نبیوں کا ہے یا ابلیس لعین کا اور بالخصوص نبی ہو کر خدا پر بہتان باندھے کہ اس نے فرشتہ بھیجکر مجھے یہ حُکم دیا ہے کہ اسے اپنے گھر لوٹا لا۔ کس قدر عظیم جُرم ہے اور ناقابلِ معافی گناہ۔

اور الوہیت کا دامن اس لیئے بے داغ نہیں رہ سکتا کہ جھُوٹ بولنے والے کو سزا دینے کی بجائے اس غریب کو سزا دی جس نے اس کو نبی اور صادق القول سمجھ کر اعتبار کر لیا اور اس کے کہنے کے مطابق حکم خداوند کی تعمیل کی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر وحی نازل کر کے نہ اس کو اس دھوکہ دہی سے آگاہ کیا اور نہ ہی جھُوٹ بولنے والے کو سزا دی بلکہ ایسے جھُوٹ پر وحی نازل کر کے اس فریب خوردہ نبی پر عتاب و مواخذہ کا اعلان کیا جب اللہ تعالیٰ کا انصاف یہ ہو اور نبیوں کی کارگزاری یہ ہو تو پھر دین و مذہب کے ساتھ کس کو دلچسپی ہو سکتی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ عادل ہے اور خدا تعالیٰ کا ہر نبی سچا ہے اور بالخصوص خداوند تعالیٰ پر بہتان باندھنے سے منزّہ و مبرّا، یہ صرف کتاب مقدّس کے نام پر یار لوگوں کے اپنے دروغ بے فروغ ہیں اور مقدّس ہستیوں کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش۔

قرآن نے تو صاف کہہ دیا ہے کہ اگر نبی کی ذات ہم پر بہتان باندھے اور بات گھڑ کر ہماری طرف کرے تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیں گے اور اس کی شہ رگ کاٹ دیں گے اور اسے صفحہ ہستی سے مٹا ڈالیں گے قال تعالیٰ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ

حَاجِزِينَ (سُورۂ حاقہ)۔ اور اگر نبی ہم پر گھڑ لیتا بعض باتیں تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے پھر اس کی گردن کاٹ دیتے اور تم میں سے کوئی شخص اس کی طرف سے روکنے والا نہ ہو سکتا' اور یہی مضمون استثناء باب ۱۸۔۲۰ میں مرقوم ہے لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا یا اور معبُودوں کے نام سے کچھ کہے تو وُہ نبی قتل کیا جائے۔"

لہٰذا یہ قول تورات کے سفر استثناء کی اس آیت کے بھی خلاف' اللہ تعالیٰ کی عدالت کے بھی خلاف اور عقل و قیاس کے بھی خلاف ہے کہ قصُور کسی کا ہو اور سزا دوسرے کو ملے' اور اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کے بیان کردہ ضابطہ کے بھی خلاف ہے کہ جب ایک نبی کی نبوّت کو دلائل و معجزات سے پیرابن کر دیا جائے اور پھر وُہ جھُوٹ بولے اور اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھے اور اس کے خلاف کوئی کاروائی نہ ہو تو صدق و کذب اور حق و باطل میں امتیاز ختم ہو جائے گا اور وحی الٰہی اور معجزات سے اعتماد اُٹھ جائیگا لہٰذا ایسے نبی کے خلاف سخت کارروائی لازمی ہے مگر کتاب مقدّس کی گنگا اُلٹی بہنے لگی۔

مسیح علیہ السّلام کی طرف ماں کی بے ادبی کی نسبت

(۱) پھر اس کی ماں اور اس کے بھائی اس کے پاس آئے مگر بھیڑ کے سبب سے اُس تک پہنچ نہ سکے اور اُسے خبر دی گئی کہ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ اُس نے جواب میں اُن سے کہا کہ میری ماں اور میرے بھائی تو یہ ہیں جو خدا کا کلام سُنتے اور اُس پر عمل کرتے۔

(لُوقا باب ۸۔ ۱۹ تا ۲۱)

(۲) پھر تیسرے دن قانای گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسُوع کی ماں وہاں تھی اور یسُوع اور اس کے شاگردوں کی بھی اُس شادی میں دعوت تھی اور جب مے ہو چکی تو یسُوع کی ماں نے اُس سے کہا کہ اُن کے پاس مے نہیں رہی یسُوع نے اُس سے کہا اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے؟ ابھی میرا وقت نہیں آیا۔ اُس کی ماں نے خادموں سے کہا جو کچھ یہ تم سے کہے وہ کرو۔ وہاں یہودیوں کی طہارت کے دستُور کے موافق پتھر کے چھ مٹکے رکھے تھے اور اُن میں دو دو تین من کی گنجائش تھی' یسُوع نے اُن سے کہا مٹکوں میں پانی بھر دو۔ پس انہوں نے ان کو لبالب بھر دیا۔ پھر اُس نے ان سے کہا اب نکال کر میرِ مجلس کے پاس لے جاؤ۔ پس وُہ لے گئے۔ جب میرِ مجلس نے وہ پانی چکھا جو مے بن گیا تھا اور جانتا نہ تھا کہ یہ کہاں سے آئی ہے (مگر خادم جنہوں نے پانی بھرا تھا جانتے تھے) تو میرِ مجلس نے دلہا کو بُلا کر اُس سے کہا۔ ہر شخص پہلے اچھی مے پیش کرتا ہے اور ناقص اُس وقت جب پی کر چھک گئے مگر تو نے اچھی مے اب تک رکھ چھوڑی ہے۔ یہ پہلا معجزہ یسُوع نے قانای گلیل میں دکھا کر اپنا جلال ظاہر کیا اور اس کے شاگرد اس پر ایمان لائے۔

(یوحنا باب ۲۔ ۱ تا ۱۱)

تبصرہ: پہلی عبارت سے حضرت مسیح کا حضرت مریم کے والدہ ہونے سے بھی

انکار لازم آتا ہے اور اس سے بڑھ کر ماں کی بے ادبی کیا ہو سکتی ہے؟ نیز جو علت بیان کی گئی ہے کہ میری ماں اور میرے بھائی تو یہ ہیں جو خدا کا کلام سُنتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک انکی والدہ اور بھائی کلام خداوند نہ سُنا کرتے تھے۔ اور نہ ہی اس پر ایمان لاتے اور نہ عمل پیرا ہوتے تھے لہٰذا ماں سے صرف مادری نسبت ہی ختم نہ کی بلکہ ان کو اسلام وایمان سے بھی عاری اور خالی ثابت کر دیں

دُوسری عبارت میں حضرت مسیح کا یہ جُملہ اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام؟ کس قدر بے پرواہی اور بے اعتنائی کی دلیل ہے جبکہ جوان کا مطالبہ تھا وُہ پھر پُورا بھی کر دیا تو پہلے اس قدر جوش وخروش دکھلانا محض مامتا کے حقوق وآداب کو پامال کرنا ہی ہے؟ اور رعونت وتکبر جو عام بااخلاق انسان کو بھی زیبا نہیں چہ جائیکہ معلّم انسانیت اور مربّیِ خلائق اور راہبرِ قوم اور عظیم رسُول کو جبکہ بائیبل کی رُو سے ماں باپ کی تحقیر کرنیوالا ملعُون ہے استثناء باب ۲۷۔ ۱۶ پر مرقوم ہے۔ "لعنت اس پر جو اپنے باپ یا ماں کو حقیر جانے۔ گویا مصنّف بائیبل نے یہ الزام عائد کر کے حضرت مسیح علیہ السّلام کو لعنت کا مستحق بنا ڈالا۔ العیاذ باللہ۔ جبکہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلّم محض رضاعی ماں جو ابھی حلقہ اسلام میں بھی داخل نہیں ہوئی تھی اس کے نیچے بھی چادریں بچھاتے نظر آتے ہیں اور اس کے سامنے بھی پست آواز کے ساتھ کلام کرتے ہوئے اور دُوسروں کو بھی یہی تعلیم دیتے دکھائی دیتے ہیں "لَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔ نہ ماں باپ کو اُف کہو نہ ان کو زجر و توبیخ کرو اور ان کے ساتھ نرم انداز میں گفتگو کرو بلکہ خود حضرت مسیح علیہ السّلام کا یہ اعلان بھی کلام مجید نے نقل کیا ہے" وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے ماں کے ساتھ نیکی کرنے والا بنایا ہے اور جابر وسرکش اور مدبر و بدبخت نہیں بنایا اور اسلام اور اہلِ اسلام اسی حقیقت کے

معترف ہیں کہ انہوں نے کبھی بھی والدہ ماجدہ کی شان میں تنقیص نہیں کی۔

نیز یہ بھی قابلِ غور ہے کہ مئے اور شراب خانہ خراب ختم ہوئی تو حضرت مریم اپنے لختِ جگر سے اس کے بنانے کی متمنی ہوئی اور بالآخر انہوں نے تیار کر دی کیا پیغمبروں کا منصب اور ان کی مقدس ماؤں کا منصب یہی ہے کہ وہ لوگوں کو شراب بنا کر دیں اور انہیں بلا کر مست و مدہوش کریں۔ کاش مصنفین انجیل کو حضرت یوحنا کے متعلق اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ بزرگی اور سعادت مندی کے وجوہ و اسباب یاد رہتے تو وہ اس اختراع سے گریز کرتے' انجیل لوقا باب اوّل کا ذرا مطالعہ کرتے چلیں۔

"اے زکریا خوف نہ کر کیونکہ تیری دعا سُن لی گئی اور تیرے لئے تیری بیوی الیشبع کے بیٹا ہوگا (تا) اور ہرگز نہ مے نہ کوئی اور شراب پیئے گا اور اپنی ماں کے بطن سے ہی رُوح القدس سے بھر جائیگا اور بہت سے بنی اسرائیل کو خداوند کی طرف جو ان کا خُدا ہے پھیرے گا۔" الخ

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مے اور شراب نہ پینا اس طرح کی ایک وجہ عظمت و فوقیت ہے جس طرح قوم کا ہادی ہونا اور رُوح القدس سے بھر جانا تو جو چیز حضرت یحییٰ میں وجہ فضیلت اور برتری ہے اس سے بھی حضرت مسیح علیہ السلام کا موصوف و متصف ہونا لازم تھا بلکہ اعلیٰ طریقہ پر چہ جائیکہ وہ لوگوں کے لیئے ساقی بنیں۔ اور ان کی والدہ بھی۔ بڑا ہونے کے لئے اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ صفات اپنانی ضروری ہوتی ہیں نہ کہ ان کو نظر انداز کرنا۔

نیز یہ مکالمے اور اعمال و کردار اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں یا حضرت مسیح کی مرتب کردہ تاریخ اور سوانح عمری؟ افسوس کا مقام ہے کہ اس کو بھی آسمانی کتاب کا حصہ اور وحی والہام عیسوی تسلیم کر لیا گیا ہے۔

دُوسری عبارت کا آخری جُملہ قابلِ غور ہے کہ یہ پہلا معجزہ قانائے گلیل میں دکھلا کر یسُوع نے اپنا جلال ظاہر کیا۔ ماشاء اللہ جب آغاز یہ ہے تو انجام کیا ہوگا؟ کیا مبارک معجزہ اور کس قدر لوگوں کی بھلائی پر مشتمل کارِ خیر ؏

؏ ہُوئے تم دوست جس کے دشمن اسکا آسماں کیوں ہو

لیکن اسلام نے ان کا پہلا معجزہ اور خرق جس نے ان کے جلال اور مرتبہ و مقام کو ظاہر کیا یہ بیان کیا ہے کہ وُہ مہد میں ہوتے ہوئے بول اُٹھے اور والدہ ماجدہ پر تہمت لگانے والوں کو ان الفاظ میں جواب دے کر مبہوت اور ششدر کر دیا قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا الآیۃ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ خاص ہوں اللہ تعالےٰ نے مجھے کتاب دی ہے اور منصب نبوت پر سرفراز فرمایا ہے اور نماز و زکوٰۃ کا حکم دیا اور والدہ کے ساتھ نیکی و احسان کا اور میں پیدا ہُوا تو سلامتی کے ساتھ اور مروں گا تو سلامتی کے ساتھ اور قبر سے اُٹھوں گا تو سلامتی کے ساتھ۔ حالانکہ وُہ لوگ حضرت مریم سے کہہ رہے تھے كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ہم اس بچے سے کیسے کلام کریں جو گھوڑے میں پڑا ہُوا ہے لہٰذا تیرا یہ کہنا کہ اس بچے سے دریافت کر لو خلاف عقل و دانش ہے لیکن حضرت مسیح نے اس فصیح و بلیغ کلام کے ساتھ ان کو مبہوت کر دیا اور والدہ ماجدہ کی پاکدامنی ظاہر کرنے کے علاوہ اپنا جلال بھی ظاہر کر دیا اور اسلام نے بتلا دیا جس کا آغاز یہ تھا اس کا انجام اس سے کتنا بلند و بالا ہوگا۔

بھلا انصاف سے بتائیے کتاب مقدس کا بیان کردہ ابتدائی جلال منصب نبوت کے لائق ہے یا قرآن مجید کا۔

مسیح علیہ السّلام پر اللہ تعالیٰ سے شکایت کا الزام

اور دو پہر سے لے کر تیسرے پہر تک تمام ملک میں اندھیرا چھایا رہا اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلّا کر کہا ایلی ایلی لما شبقتنی؟ یعنی اے میرے خدا۔ اے میرے خدا۔ تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟

(متی باب ۲۷-۴۵، ۴۶، مرقس باب ۱۵-۳۳-۳۴)

تبصرہ: حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی طرف اس بیان کو منسوب کرنا ہمارے نزدیک قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ اس میں سوال یہ نہیں کیا گیا کہ اے میرے خُدا تُو نے کہیں مجھے چھوڑ تو نہیں دیا بلکہ چھوڑ دینے کی وجہ دریافت کی گئی ہے کہ تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے، لہٰذا چھوڑ دیا جانا تو ان کو تسلیم ہو گیا اور جب خداوند اپنے پیغمبر کو چھوڑ دے اور اُس سے مُنہ موڑ لے تو پھر لوگوں پر اس کی اتباع و اطاعت کیونکر واجب و لازم ہو سکتی ہے؟ اور جب حضرت مسیح کے لیئے ان کے اقرار کے مطابق خدا کی نصرت و امداد اور تعاون و اعانت ہی ختم ہو گئی تو قوم نصاریٰ ان کو امور کائنات کا مدبّر و متصرّف کیونکر مانتی ہے کیا یہ حضرت مسیح کے اس آخری اقرار و اعتراف کا کھلا مذاق نہیں ہے؟ اور کیا یہ وحی ربّانی ہے یا ملفوظ مسیح اس کو انجیل میں درج کر کے کلام خدا ثابت کرنے کا کیا جواز ہے؟

مگر اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ حضرت مسیح بذاتِ خود نہ سُولی پر چڑھائے گئے نہ انہوں نے کوئی ایسا کلمہ کہا اور نہ اللہ تعالیٰ سے چھوڑ دینے شکوہ۔ لہٰذا اس الزام سے بالکل مبرّا و منزّہ ہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نصُرت و امداد رُسل کرام بلکہ مومنین کے ساتھ ہوتی ہے اور انکی رضامندی کے بغیر اس قسم کے ابتلاءات نہیں آئے فرمان خداوند تعالےٰ ہے: انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشہاد" بیشک ہم البتہ اپنے رسولوں کی امداد کرتے ہیں اور ایمان والوں کی دُنیاوی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ قائم ہوں گے یعنی روز قیامت میں اور اس موقعہ پر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی امداد فرمائی اور ان کو آسمان پر اُٹھا لیا۔ قال تعالیٰ: وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ۔ یقیناً یہود نے حضرت

عیسیٰ کو قتل نہیں کیا (اور نہ ہی سُولی چڑھایا بلکہ ان کی شبیہہ یہوداہ پر ڈال دی گئی اور وُہی سُولی چڑھایا گیا نہ کہ عیسیٰ) بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اُٹھا لیا اور یہ صرف مذہب اسلام اور بانی اسلام صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کارنامہ ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے اس الزام و اتہام اور بدنامی کے داغ کو دُور کیا اور حقیقت حال سے پردہ اُٹھا کر عظمت مسیح کو اجاگر فرمایا اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو بھی اس کا علم تھا جیسے کہ انجیل برنباس میں اس کی تصریح کرتے ہُوئے فرمایا "داغ بدنامی محمد رسُول اللہ دھوئیں گے"۔

پس جبکہ آدمیوں نے مجھ کو اللہ اور اللہ کا بیٹا کہا تھا مگر یہ کہ مَیں خود دُنیا میں بے گناہ تھا اس لیئے اللہ نے ارادہ کیا کہ اس دُنیا میں آدمی یہوداہ کی موت سے مجھ سے ٹھٹھا کریں یہ خیال کر کے کہ وُہ مَیں ہی ہوں جو کہ صلیب پر مرا ہُوں تاکہ قیامت کے دن شیطان مجھ سے ٹھٹھا نہ کریں اور یہ بدنامی اس وقت باقی رہے گی جب کہ محمد رسُول اللہ آئے گا جو کہ آتے ہی اس فریب کو ان لوگوں پر کھول دے گا جو کہ اللہ کی شریعت پر ایمان لائیں گے۔

(انجیل برنباس فصل نمبر ۲۰۰ صفحہ ۳۰۶ آیت نمبر ۱۹، ۲۰)

اور اس نے ان لوگوں میں سے بہتوں کو ملامت کی جنھوں نے اعتقاد کیا تھا کہ وہ (یسوع) مر کر پھر جی اُٹھا ہے۔ یہ کہتے ہُوئے کہ آیا تم مجھ کو اور اللہ دونوں کو جھوٹا سمجھتے ہو اسلیئے کہ اللہ نے مجھے ہبہ فرمایا ہے کہ مَیں دُنیا کے خاتمہ کے کچھ پہلے تک زندہ رہوں جب کہ مَیں نے ہی تم سے کہا ہے۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہُوں کہ مَیں نہیں مرا ہُوں بلکہ یہودا خائن مرا ہے (تا) پھر اس کو چاروں فرشتے ان لوگوں کی آنکھوں سے سامنے آسمان کی طرف اُٹھا لے گئے۔

(فصل نمبر ۲۲۱ صفحہ ۳۰۷)

الغرض قرآن مجید کے بیان نے جب بنیاد ہی ختم کر دی اور انجیل برنباس نے اس کی تائید اور تصدیق کر دی تو اب اس کلام کا بطلان روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کیونکہ جو سُولی پر چڑھائے ہی نہیں گئے تو خدا تعالیٰ سے چھوڑ دینے کے شکوے کا کیا معنیٰ؟ اور اسی طرح سُولی چڑھانے سے قبل جو ہتک آمیز اور سراسر توہین و تحقیر پر مشتمل بیان اناجیل میں درج ہے وُہ بھی باطل محض اور خلاف واقع ٹھہرا اور ثابت ہو گیا

کہ اسلام اور بانیٔ اسلام ہی تمام انبیاء اور بالخصوص حضرت مسیح کی عظمت کا پاسبان ہے۔ اور کتاب مقدس اور اناجیل اربعہ نے ان کی ہتک اور اہانت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

انبیاء سابقین کی توہین کا الزام

پس یسوع نے ان سے پھر کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بھیڑوں کا دروازہ میں ہوں۔ جتنے مجھ سے پہلے آئے، سب چور اور ڈاکو ہیں مگر بھیڑوں نے ان کی ایک نہ سُنی دروازہ میں ہوں اگر کوئی مجھ سے داخل ہو تو نجات پائیگا۔

(یوحنا باب ۱۰۔ ۷ تا ۹)

تبصرہ: حضرت مسیح جو عجز و انکسار کا اس حد تک مظاہرہ کرتے رہے کہ حضرت یوحنا سے جاکر بپتسمہ لے لیا وہ بلا تخصیص سب پیغمبروں کو جو بھی ان سے پہلے آئے چور اور ڈاکو کہیں کسی انسانی عقل کو یہ بات قابلِ قبول ہو سکتی ہے۔ ہر پہلے پیغمبر پر ایمان لانا اور اس کا احترام کرنا پچھلے پیغمبر پر لازم ہوتا ہے اور خدا کے مُرسل ہونے کے ناطے وُہ باہمی طور پر بھائی ہوتے ہیں لہٰذا ان کی تحقیر اور توہین کرنے کا نہ تو شرعاً کوئی جواز ہو سکتا ہے نہ اخلاقاً اور عقلاً۔ نیز ان پہلے پیغمبروں میں وُہ بھی ہیں جو حضرت مسیح کے آباء و اجداد ہیں مثلاً حضرت داؤد جن کی طرف نسبت کرتے ہُوئے ان کو مسیح بن داؤد کہا جا سکتا ہے اور حضرت سلیمان بھی ان کے آباء و اجداد میں سے ہیں اور انکے آباء و اجداد حضرت مسیح کے بھی آباء و اجداد ٹھہرے۔

لیکن اس کے برعکس پیغمبرِ خُدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ان کی کتاب مجید کی تعلیمات تو یہ ہیں کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ۔ رسُولِ گرامی اور تمام مؤمنین اللہ پر ایمان لائے اور ملائکہ اور اللہ کی جُملہ کتابوں اور رسُولوں پر درآنحالیکہ وُہ کہتے ہیں ہم رسُولوں میں کسی قسم کی تفریق نہیں کرتے کہ بعض کے ساتھ ایمان لائیں اور بعض کے ساتھ کفر کریں۔ لہٰذا صاف ظاہر کہ اسلام ہی عصمت اور عظمت انبیاء کا امین ہے اور اسرائیلیت نہ ان کی عصمت کی قائل ہے اور نہ عظمت کی۔

شریعت کو لعنت اور حضرت مسیح علیہ السلام کو لعنتی قرار دینا العیاذ باللہ

اے نادان گلتیو کس نے تم پر افسون کر دیا۔ تمہاری تو گویا آنکھوں کے سامنے یسوع مسیح صلیب پر دکھایا گیا میں تم سے صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہُوں کہ تم نے شریعت کے اعمال سے رُوح کو پایا یا ایمان کے پیغام سے کیا تم ایسے نادان ہو کہ رُوح کے طور پر شروع کر کے اب جسم کے طور پر کام پُورا کرنا چاہتے ہو کیا تم نے اتنی تکلیفیں بے فائدہ اٹھائیں مگر شاید بے فائدہ نہیں پس جو تمہیں رُوح بخشتا ہے اور تمہیں معجزے ظاہر کرتا ہے کیا وُہ شریعت کے اعمال سے ایسا کرتا ہے؟ یا ایمان کے پیغام سے چنانچہ ابراھام خدا پر ایمان لایا اور یہ اس کے لیئے راست بازی گنا گیا پس جان لو جو ایمان والے ہیں وہی ابراھام کے فرزند ہیں اور کتاب مقدس میں پیشتر سے یہ جان کر کہ خدا غیر قوموں کو ایمان سے راستباز ٹھہرائے گا۔ پہلے ہی سے ابراھام کو یہ خوشخبری سُنا دی کہ تیرے باعث سب قومیں برکت پائیں گی۔ پس جو ایمان والے ہیں وہ ایماندار ابراہام کے ساتھ برکت پاتے ہیں کیونکہ جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ جو کوئی ان سب باتوں کے کرنے پر قائم نہیں رہتا جو شریعت کی کتاب میں لکھی ہیں وُہ لعنتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ شریعت کے وسیلہ سے کوئی شخص خُدا کے نزدیک راستباز نہیں ٹھہرتا کیونکہ لکھا ہے کہ راستباز ایمان سے جیتا رہے گا اور شریعت کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں۔

بلکہ لکھا ہے کہ جس نے ان پر عمل کیا وُہ ان کے سبب سے جیتا رہے گا۔ مسیح جو ہمارے لیئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مُول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وُہ لعنتی ہے تاکہ یسُوع مسیح میں ابراہام کی برکت غیر قوموں تک پہنچے اور ہم ایمان کے وسیلہ سے اس رُوح کو حاصل کریں جس کا وعدہ ہُوا ہے۔

(گلتیوں باب ۳۔ ۱ تا ۱۴)

تبصرہ: سب سے پہلے پولس رسُول کی اس گوہر افشانی پر غور کریں جو شریعت

کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں وُہ سب لعنت کے ماتحت ہیں اگر اعمال شریعت کو سبب نجات اور ذریعہ خلاص سمجھنا موجب لعنت ہے تو اللہ تعالیٰ انبیاء سابقین بالخصوص حضرت مُوسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے ذریعے ان اعمال کا مکلف ٹھہرایا ہی کیوں؟ مستحق رحمت بنانے کے لیئے یا مستحق لعنت بنانے کے لئے۔

۲۔ دُوسرے نمبر پر دلیل اور دعویٰ کی مطابقت پر غور کرنا ضروری ہے۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ اعمال شریعت پر تکیہ کرنا موجب لعنت ہے اور دلیل یہ ہے کہ جو شریعت کی کتاب میں مندرجہ باتوں پر قائم نہیں رہتا وُہ لعنتی ہے۔ کہاں اعمال شریعت پر تکیہ کا موجب لعنت ہونا اور کہاں اعمالِ شریعت پر قائم نہ رہنے کی وجہ سے لعنتی ہونا۔ اگر رسُول کے استدلال میں اس قدر بے عقلی کار فرما ہے تو اُمت کے استدلات کا کیا کہنا کیا جو ایمان پر قائم نہ رہے وُہ لعنتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو نہ اعمال شریعت ضروری رہے اور نہ ایمان لہٰذا عقیدہ و عمل دونوں کی چھٹی ہوئی اور اگر لعنتی ہے اور یقیناً ہے تو پھر جس کے اُوپر قائم نہ رہنا موجبِ لعنت ہو اس پر قائم رہنا اور تکیہ کرنا بھی موجب لعنت ہوا لہٰذا ایمان بھی موجبِ لعنت ٹھہرا۔

۳۔ تیسری چیز یہ قابلِ غور ہے کہ شریعت کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں حالانکہ ہر شریعت پہلے ایمان واخلاص اور احسان کا حکم دیتی ہے اور بعد ازاں اعمال کا گویا شریعت قلبی، قولی اور بدنی اعمال کا مجموعہ ہوا کرتی ہے اس کے متعلق یہ دعویٰ کہ شریعت کو ایمان سے کچھ واسطہ نہیں سراسر لغو اور بے بنیاد بات ہے اور عیسائیوں کے لیئے بدعملی کی فضا سازگار کرنے کی مذموم کوشش۔

۴۔ (ل) چوتھا امر جو زیادہ توجہ کا مُحتاج ہے وُہ ہے حضرت مسیح کا لعنتی بننا یعنی وُہ عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ بن کر سُولی چڑھ گئے اور لعنتی ہو گئے العیاذ باللہ۔ جو اُمت اپنے نبی کو بلکہ جو بندے اپنے خُدا کو لعنتی سمجھیں ان سے بڑھ کر بھی کوئی لعنتی اور راندۂ درگاہ ہو سکتا ہے۔ سُولی پر گناہگار بھی چڑھتے رہتے ہیں اور بے گناہ بھی اسی طرح قتل و غارت کا نشانہ دونوں قسم کے لوگ بنتے رہتے ہیں اس سے حضرت عیسیٰ کے لعنتی ہونے پر استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے۔

(ب)۔ کیا وُہ عیسائیوں کے گناہوں کے لیئے دُعا اور سفارش نہیں کر سکتے تھے صرف مصلوُب ہونا ہی اس خلاصی اور کفارہ کا واحد ذریعہ تھا۔ اگر دُوسرے عظیم معجزات اور خوارق عادات کیلئے ان کی دُعا اور قلبی توجہ کافی ہو گئی تھی تو یہ کام بھی اسی ذریعہ سے ہو سکتا تھا۔ آخر حضرت خلیل اللہ علیہ السّلام اپنی اُمّت کی خلاصی کا سامان کریں گے اور حضرت مُوسیٰ کلیم اللہ علیہ السّلام اپنی اُمّت کا ہر اُمّت اپنے نبی سے بہرحال یہ توقع رکھتی ہے مگر نہ مصلوب ہونا لازم سمجھتی ہے اور نہ لعنت کے لفظ کی غلاظت سے ان کے گھر و دامن کو ہی آلودہ تصور کرتی ہے سوائے عیسائیوں کے دُنیا میں کسی اُمّت کا اپنے نبی کے متعلق یہ عقیدہ نہیں۔

تو ہم کیوں نہ یہ کہیں کہ یہ بدترین دشمنی ہے اور یہودی جو کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ دُشمن ہونے کے باوجود نہ کر سکے وُہ ان مخلصین نے دوستی کے رُوپ میں کر دکھلایا۔

(ج) حضرت عیسیٰ بقول نصاریٰ اللہ کے بیٹے ہیں اور بیٹے کا مصلوُب ہونا باپ کی مرضی اور حکم کے بغیر نہیں ہو سکتا تو پھر جو کفارہ بنا اس کا حشر تو یہ کیا گیا جس نے یہ کفارہ دیا ازراہِ نوازش اس کا ھدیۂ تشکر بھی تبلا دیتے کہ کیا ہے؟

(د) نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے کو کفارہ بنایا اور ظاہر ہے جو چیز بطور کفارہ دی جاتی ہے وہ درجہ و مرتبہ میں اور پیار و محبّت میں اس سے کم ہوتی ہے جس کی طرف سے وُہ کفارہ اور صدقہ بنتی ہے جیسے بیٹے کی بیماری میں صدقہ بیٹے کی نسبت لہٰذا اس عقیدہ سے لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ کو اتنا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے پیار نہیں جتنا کہ عیسائی قوم سے العیاذ باللہ تعالیٰ۔

لیکن اس کے برعکس اسلام اور قرآن نے ان کو نہ سُولی پر لٹکایا جانا تسلیم کیا اور نہ ان کا لعنتی ہونا نعوذ باللہ بلکہ ان کا زندہ و سلامت آسمان پر اُٹھایا جانا بیان کیا اور ان کے عوض یہودا اسکریوطی کا شبیہہ عیسیٰ بن کر سُولی پر چڑھایا جانا اور اپنے کیفرِ کردار تک پہنچایا جانا ثابت کیا اور حضرت عیسیٰ کا دُنیا و آخرت مرتبہ و مقام بیان کرتے ہوئے قرآن مجید نے کہا وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ وُہ دُنیا و آخرت میں آبرومند ہیں اور مقربانِ بارگاہ خداوند سے ہیں۔

خدارا انصاف۔ کیا پولس اور اس کے متبعین اور کتاب مقدّس نے دامنِ مسیح سے ہر گرد و غبار کو دُور کیا ہے یا اسلام نے؟ اور کیا پولس اور اس کے ہمنواؤں نے حضرت مسیح کی جی بھر کر گُستاخی کی ہے یا اہلِ اسلام نے؟ یقیناً اور یقیناً اسلام اور بانیٔ اسلام اور آپ کا قرآن ان کی عظمت کے پرچارک ہیں اور ان پر سے داغ بدنامی دُور کرنیوالے اور پولس اس کے متبعین اور کتاب مقدّس ہر ممکن طریقہ سے ان کو موردِ الزام و اتہام ٹھہرانے والے ٭

صاحبانِ ذوق و محبت اور اربابِ فکر و نظر

مژدۂ جانفزا

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے

بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا لازوال شاہکار

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے معمور تصنیف

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور، کراچی - پاکستان

خوشخبری

مشہور و معروف محدث و مفسر حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی" کا عظیم شاہکار

تفسیر مظہری

جس کا جدید اور مکمل اردو ترجمہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف نے اپنے
نامور فضلاء سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔

مشہور و معروف محدث و مفسر حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر" کا عظیم شاہکار

تفسیر ابن کثیر

جس کا جدید اور مکمل اردو ترجمہ ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف نے
اپنے نامور فضلاء علامہ محمد اکرم الازہری، علامہ محمد سعید الازہری،
علامہ محمد الطاف حسین الازہری سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔

ان شاء اللہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

جلد اس علمی کارنامے کو منصۂ شہود پر لانے کا شرف حاصل کرے گا۔

قرآن کتاب ہدایت ہے
قرآن مکمل ضابطۂ حیات ہے
قرآن ہماری دُنیوی اور اُخروی کامیابی کا ضامن ہے
آیئے قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں،
پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری کی معرکہ آرا تفسیر

ضیاء القرآن

خوبصورت ترجمہ — بہترین تفسیر

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ ہے

ترجمہ، جس کے ہر لفظ میں اعجازِ قرآن کا حسن نظر آتا ہے۔
تفسیر، اہلِ دل کے لیے درد و سوز کا ارمغاں

ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز
لاہور — کراچی ○ پاکستان

امام المناظرین شرف العلماء علامہ ابوالحسنات

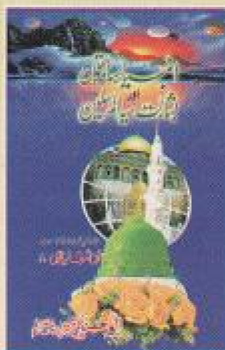
محمد اشرف سیالوی زیدمجدہم

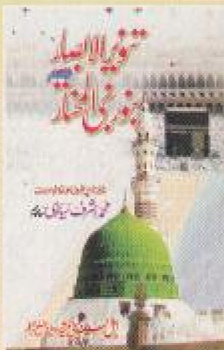
کی قابل قدر تصانیف

گلشن توحید و رسالت

ہدایۃ المتذبذب الحیران فی الاستعانۃ باولیاء الرحمان

مناظرہ جھنگ





تحفہ حسینیہ

کوثر الخیرات

جلاء الصدور

متعہ اور اسلام

اہل السنۃ پبلی کیشنز دینہ ضلع جہلم

Phone:0541-634759

Printed By:
Maktaba Jamal-Karam Lahore Ph: 042 7324948